www.urducouncil.nic.in

Azadi Ka Amrit Mahotsav

G20 भारत 2023 INDIA

دسمبر 2023، قیمت :- ₹10

ماہنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

بچوں کے قلمکاروں کے لیے سوالنامہ

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' میں بچوں کے قلمکاروں سے انٹرویوز کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے تاکہ بچوں کو قلمکاروں اور کتابوں کے بارے میں معلومات کے ساتھ ساتھ اپنا مستقبل اور کریئر بہتر بنانے کے لیے نئی روشنی اور نئی راہ بھی مل سکے۔

یہ ادارے کی طرف سے تیار کردہ سوالات ہیں، ان کے جوابات ادب اطفال سے جڑا ہوا کوئی بھی قلمکار دے سکتا ہے۔

1 بچپن کی کون سی باتیں/شوخیاں/شرارتیں اب بھی آپ کو بہت یاد آتی ہیں؟

2 بچپن میں آپ کے پسندیدہ مصنّفین کون تھے اور اب کون ہیں؟

3 بچپن میں کس کتاب نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

4 بچپن میں بچوں کے کون سے رسائل آپ پڑھتے تھے؟

5 بچوں کے ذہنی اور فکری ارتقا کے لیے کون سی کتابیں زیادہ مفید ہیں؟

6 زبان و بیان کو بہتر بنانے کے لیے کن مصنّفین کی کتابیں بچوں کے لیے رہنما ثابت ہو سکتی ہیں؟

7 مستقبل اور اپنے کریئر کو سنوارنے کے لیے بچوں کو کن موضوعات اور کتابوں کا مطالعہ کرنا فائدہ مند ثابت ہوگا؟

---

8 اپنے سوانحی اور تعلیمی کوائف کے بارے میں کچھ بتائیں؟

9 آپ کو بچوں کے لیے لکھنے کا خیال کب اور کیسے آیا؟

10 آپ کی پہلی تخلیق، کب اور کس رسالے میں شائع ہوئی؟

11 آپ کے مرکزی موضوعات کیا ہیں؟

12 کتاب لکھنے سے پہلے آپ بچوں کی نفسیات اور ذہنی مطالبات پر ریسرچ کرتے ہیں یا نہیں؟

13 بچوں کے لیے لکھتے ہوئے آپ کو کس طرح کی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

14 ادیب اطفال کی حیثیت سے ادبی اور علمی حلقے میں آپ کی قدر ہوتی ہے یا نہیں؟

15 کیا آپ اب بھی بچوں کے لیے لکھی گئی کتابیں پڑھتے ہیں؟

16 انگریزی اور دیگر زبانوں میں شائع ہونے والے کون سے رسالے بچوں کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں؟

17 کیا اردو میں بچوں کے لیے انگریزی، تیلگو اور دیگر زبانوں جیسا شائع ہونے والا کوئی مکمل رسالہ موجود ہے؟

18 بچوں کے ادب پر جو رسائل شائع ہو رہے ہیں، ان کے مواد اور زبان و بیان سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟

19 معاصر ادب اطفال سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟

20 بچوں کے لیے لکھتے ہوئے آج کے دور میں کن موضوعات پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے؟

21 بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کچھ مفید تجاویز اور مشورے!

22 ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' میں آپ کس نوع کی تبدیلی چاہتے ہیں؟

23 بچوں کے لیے آپ کا کوئی پیغام!

* جوابات کے ساتھ پاسپورٹ سائز تصویر اپنی کتابوں کا عکس ضرور ارسال کریں۔

اس شمارے میں

اداریہ	مدیر	04
ڈاک خانہ	قارئین	05
شان ہے بچوں کی دنیا	فیض رتلامی	06
	مضامین	
مثنوی مولانا روم سے چند قصے	رئیس صدیقی	07
ذہنی دباؤ میں بچے کیسے پڑھیں گے	عبدالحمید کاراشیری	11
	نظمیں	
دوستی	آزاد سونی پتی	14
بچو میں اک شجر ہوں	عاکف سنبھلی	14
ایکتا کے گیت	فراق جلال پوری	15
پیاری چڑیاں...	پرویز احمد یعقوبی	16
رکشا بندھن	عطاء الرحمن طارق	17
سبزیوں کے ذائقے	شمیم اختر	17
قلم	اشاد احمد ارشاد	18
پانی	سارہ فیصل	19
	انٹرویو	
کتابوں سے اپنا رشتہ مضبوط کیجیے	محمد عارف اصلاحی	20
	کہانیاں	
نئی دنیا	جہانگیر انس	24
بادشاہ ٹی ہاؤس	سلیم خان	28
چندا ماما	محمد نجیب پاشا	32
احساس	نیلوفر سعدیہ	35
جھوٹ کا انجام	شگفتہ بانو محمد صادق	39
امتحان میں چیٹنگ	حفظ الرحمن	41
	بچوں کے بڑے ادیب	
پروفیسر خالد سعید... بچوں کے شاعر	آفاق عالم صدیقی	43
	آثارِ قدیمہ	
تاریخی عمارتیں	انصاری حفیظ الرحمن	45
	بچوں کا کتب خانہ	
ڈر کے آگے جیت ہے/محمد فروغ جعفری	شاداب شمیم	47
	صحت	
خبردار! اسمس کی دستک سنیے	اشرف آثاری	50
	سائنس نامہ	
ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام کی سائنسی خدمات	محمد خلیل	52
	کہکشاں	
چمن چمن کے پھول	ادارہ	57
	واقفیت عامہ	
تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات	ادارہ	58
	ننھے فنکار	
پینٹنگ		59

بچوں کی دنیا

جلد: 11 شمارہ: 12 دسمبر 2023

مدیر : پروفیسر دھننجے سنگھ

نائب مدیر : عبدالباری

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارتِ تعلیم ـ محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی-110025
فون:49539000
شعبہ ادارت:11-49539009
ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in
ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /10 روپے، سالانہ /100 روپے

■ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL شعبہ فروخت کے پتے پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی-110066
فون:26109746

ای میل:sales@ncpul.in

علاقائی مرکز: 22-7-110، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 1-5، پتھرگٹی، حیدرآباد-500002
فون: 040-24415194

پیارے بچو! صحت انسان کی سب سے بڑی دولت ہے، صحت کے بغیر انسان ہر چیز کے لیے دوسرے کا محتاج ہوتا ہے، صحت مند انسان ہی سماج اور معاشرے کی بھلائی اور ترقی کے لیے ہر ممکن قدم اٹھا سکتا ہے، دنیا کے ہر میدان کو فتح کرنے کے لیے اچھی صحت درکار ہے، پڑھائی لکھائی اور کھیل کود کے میدان میں بھی وہی بازی لے جاتا ہے یا لے جا سکتا ہے جس کی صحت اچھی ہو اور جو اپنی صحت کا خاص خیال رکھتا ہو۔ صحت مند جسم میں ہی صحت مند دماغ ہوتا ہے، اس لیے اچھی صحت کے لیے کھانے پینے میں اعتدال ضروری ہے، گھر کا صاف ستھرا اور غذائیت سے بھرپور کھانے کو ترجیح دینا چاہیے، باہر کے کھانے سے حتی الامکان پرہیز ضروری ہے، پزا، برگر، موموز اور چاؤمین جیسے جنک فوڈ صحت کے لیے بہت مضر ہیں، ان سے جسم پر بہت برا اثر پڑتا ہے اور نظام ہاضمہ بھی خراب ہوتا ہے۔ صبح جلدی اٹھنا اور ہلکی پھلکی ورزش بھی اچھی صحت کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس سے آپ پورے دن چست درست اور چاک و چوبند رہیں گے۔ آپ کو اپنے اندر توانائی محسوس ہوگی اور ہر کام میں دل لگے گا۔

بچو! ابھی آپ چھوٹے ہیں، صحیح غلط کی تمیز ابھی آپ میں زیادہ نہیں ہے، اپنے والدین اور اساتذہ کے مشورے پر عمل کریں، وہ ہمیشہ آپ کی بھلائی اور خیر خواہی سوچتے ہیں، ان کی سختی کو دل پر نہ لیں، ان کی باتیں گرچہ اس وقت آپ کو کڑوی لگ رہی ہیں لیکن آپ کے حق میں اور آپ کے مستقبل کے لیے بہتر ہے۔ یہی وہ سنہرا وقت ہے کہ جس میدان میں بھی کیریئر بنانا چاہیں آپ کے لیے راستے کھلے ہیں، آج کل موبائل اور دیگر الیکٹرانک چیزوں کی وجہ سے ہماری زندگی میں بڑی بے احتیاطی پیدا ہو گئی ہے، دیر رات تک موبائل دیکھنا، تاخیر سے سونا، صبح دیر تک سوتے رہنا، گیم کھیلنا اور لیپ ٹاپ کا بے جا استعمال یہ چیزیں ڈائرکٹ ہماری صحت پر اثر انداز ہوتی ہیں، الیکٹرانک چیزوں کے زیادہ استعمال سے پڑھائی متاثر ہوتی ہے۔

پیارے بچو! آپ ملک و قوم کی امانت ہیں، جب آپ صحت مند نہیں رہیں گے تو اس ملک کی تعمیر و ترقی میں کیسے اپنا کردار ادا کریں گے، یہ ٹھنڈ کا موسم ہے اور دسمبر کے مہینے میں ملک کے اکثر حصے میں کڑاکے کی ٹھنڈ پڑتی ہے، ٹھنڈ میں اپنے جسم کی حفاظت کا خاص خیال رکھیں، اس موسم میں راتیں لمبی ہوتی ہیں اس لیے اپنا زیادہ تر وقت مطالعے میں صرف کریں، ایک ایک لمحے کو غنیمت جانتے ہوئے وقت کی قدر کریں، اگر ایک بار وقت نکل گیا تو پھر یہ کبھی واپس نہیں آئے گا، ماں باپ کی امیدوں پر کھرا اترنے کی کوشش کریں، ان کی خواہشات کا احترام کریں، کتابوں سے دوستی کریں، اس لیے کہ یہی کتابیں تاریخ، تہذیب، ثقافت اور معاشرت سے واقفیت کا ذریعہ ہیں۔

بچوں کی دنیا میں آپ لوگوں کے ذوق و شوق اور سمجھ کو مدنظر رکھتے ہوئے مضامین، کہانیاں اور نظموں وغیرہ کا انتخاب کیا جاتا ہے، آپ اسے پڑھیں، اس سے آپ کے علم میں وسعت پیدا ہوگی، اس رسالے میں ننھے قلمکار کے نام سے ایک گوشہ ہے اس کے تحت بچوں کی تخلیقات شائع کی جاتی ہیں، آپ ابھی سے کچھ نہ کچھ لکھنے کی کوشش کریں۔

آپ کا

پروفیسر دھننجے سنگھ

ڈاک خانہ

نومبر 2023 کا شمارہ موصول ہوا، سرورق پر حروف تہجی کو خوب صورت انداز میں پیش کیا گیا ہے، سیدہ نوشاد بیگم محمود کا مضمون 'قوت فیصلہ' بہت پسند آیا، زندگی میں کامیاب ہونے کے لیے قوت فیصلہ کا ہونا بہت ضروری ہے، اور جو وقت پر صحیح فیصلہ نہیں کر پاتے اور شش و پنج میں مبتلا رہتے ہیں وہ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں، 'حسد ایک مہلک بیماری' بھی ایک اچھا مضمون ہے، اور بچوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر یہ تحریر کیا گیا ہے، آجکل چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگ ایک دوسرے سے حسد کرتے ہیں، حسد سے خود حاسد کا ہی نقصان ہوتا ہے، حاسد چاہتا ہے کہ دوسرے کی نعمت چھن جائے اور اس کا راحت و سکون غارت ہو جائے، جبکہ حاسد کا سکون ہی پہلے ختم ہوتا ہے اور وہ دوسروں کی کامیابی دیکھ کر اندر ہی اندر جلتا کڑھتا رہتا ہے۔ یوم اطفال کی مناسبت سے محمد رفیع انصاری کی نظم 'پہلا انعام' بچوں میں حوصلہ اور ہمت پیدا کرنے والی نظم ہے، اس کے علاوہ میرے بچو، آرہا ہے امتحاں، اسکول آنا جانا، تتلی اور بچہ، مٹھو میاں وغیرہ اچھی نظمیں ہیں اور بچوں کے ذوق کے مطابق تحریر کی گئی ہیں، ناظمہ پروین کا انٹرویو بھی اچھا ہے، اردو زبان کا جادو اور مولانا آزاد کی کہانی مجھے پسند آئی۔ تاریخی سائنسی اور ثقافتی معلومات ایک اچھا سلسلہ ہے، اور بچوں کے کیریئر اور مستقبل سازی کے لیے یہ بہت ضروری ہے، اسے جاری رکھیں اس لیے کہ بچوں کی تیاری میں یہ بہت معاون و مددگار ہیں۔

حذیفہ شمیم، رامپور، وارث نگر، سمستی پور، بہار

گورنمنٹ اردو گرلس ہائر سیکنڈری اسکول حریر پورہ، برہانپور

'بچوں کی دنیا' نومبر 2023 کا شمارہ نظر نواز ہوا، یہ میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ ہمارے گھر پر پابندی سے 'اردو دنیا' آتا ہے اور ہم سب اسے پابندی سے اور بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ اس رسالے میں تمام کہانیاں، نظمیں، گیت بہت اچھے ہوتے ہیں۔

علینہ فردوس کلیم رہبر، اڈاپور، ضلع بلڈانہ، مہاراشٹر

'بچوں کی دنیا' اکتوبر 2023 وصول ہوا۔ مضمون 'آدم خور' کی شمولیت کے لیے تہہ دل سے ممنون ہوں۔ اس شمارے میں جناب محمد عادل سلمہٗ کی نظم بعنوان 'چاند پر جو اترا ہے چندریان اپنا ہے' بہت عمدہ ہے۔ یہ دراصل اس نظم کے مطلع کا مصرعۂ ثانی ہے۔ نظم تو بہت خوب اور لاجواب ہے۔ اسی لیے اس مصرعے کو سرورق پر نمایاں جگہ دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مشمولات بھی قابل تعریف ہیں۔ بچوں کے لیے یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ ریاضی ہر سائنس کی اساس ہے۔ اس لیے اس میں خوب دلچسپی لیں تاکہ آپ عظیم سائنسداں بن سکیں۔

مصطفیٰ ندیم خاں غوری، بی 11، گرین ویلی، رضا باغ، اورنگ آباد، مہاراشٹر

فیض رتلامی

شان ہے 'بچوں کی دنیا'

بھارت میں فروغ اردو کی اک شان ہے بچوں کی دنیا!
حسرت یہ بڑوں کی، بچوں کی ارمان ہے بچوں کی دنیا!

سائنس کی حقیقت اس میں ہے بچوں کو ہدایت اس میں ہے
آداب شرافت اس میں ہے ہر ایک ضرورت اس میں ہے

اس طرح زمانے بھر میں یہ اعلان ہے بچوں کی دنیا!
بھارت میں فروغ اردو کی اک شان ہے بچوں کی دنیا!

اس سے ہے عقیدت ہم سب کو ایمان ہے بچوں کی دنیا!
بھارت میں فروغ اردو کی اک شان ہے بچوں کی دنیا!

اسکول مدرسے کی باتیں تاریخ کی اس میں سوغاتیں
بچوں کی اس میں فنکاری شطرنج کے جیسی ہیں شہ ماتیں

کیوں رشک نہ آئے اس پہ ہمیں ذی شان ہے بچوں کی دنیا!
بھارت میں فروغ اردو کی اک شان ہے بچوں کی دنیا!

مالک کی عنایت اس میں ہے اور سب کی عقیدت اس میں ہے
جب دیکھو تو حیرت اس میں ہے اور سب کی محبت اس میں ہے

اے فیض بڑوں کی بچوں کی ہے جان یہ بچوں کی دنیا!
بھارت میں فروغ اردو کی اک شان ہے بچوں کی دنیا!

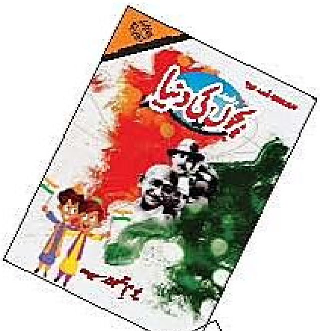

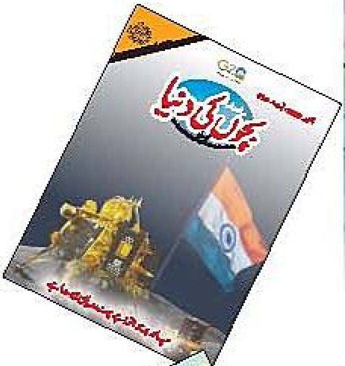

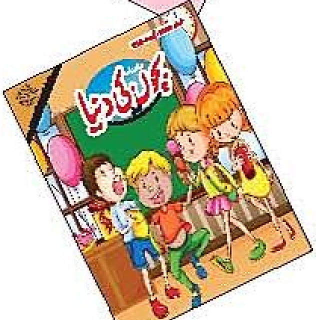

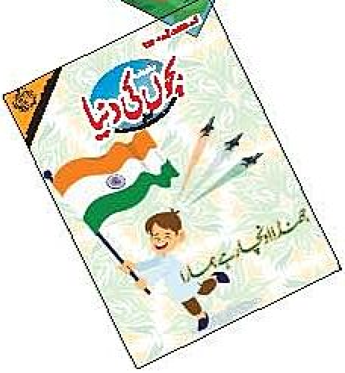

■

Faiz Ratlami
48, Samta Nagar (Anand Colony)
Ratlam - 457001 (MP)
Mob.: 7879690209

رئیس صدیقی

مثنوی مولانا روم سے چند قصے

تیرھویں صدی کے مشہور فارسی صوفی شاعر مولانا رومی اپنی طویل ترین نظم، مثنوی معنوی کی وجہ سے مشرق و مغرب میں بہت مقبول ہیں۔ پندرھویں صدی کے عظیم فارسی شاعر جامی نے اس مثنوی کو فارسی زبان میں قرآن قرار دیا ہے۔

اس مثنوی نے وسط ایشیائی مسلم ملکوں کے علاوہ امریکہ اور یوروپ میں بھی اسلامی صوفی ازم کے فروغ میں مرکزی رول ادا کیا ہے۔ اس پہلوی فارسی زبان کی عظیم ترین مثنوی میں زندگی کی بہت سی فلسفیانہ باتیں، قصے، کہانیاں اور واقعات کی شکل میں اشعار میں بیان کیے گئے ہیں۔ مثنوی مولانا روم کی چھ بڑی بڑی جلدیں ہیں۔ اس میں پچیس ہزار سے زیادہ اشعار ہیں۔

محمد بن محمد حسین عرف جلال الدین محمد رومی عام طور پر اپنے مختصر ترین نام رومی سے مشرق اور مغرب کے تمام ملکوں میں اپنی روحانی اور صوفیانہ شاعری کی وجہ سے بہ خوبی جانے جاتے ہیں۔ اس مثنوی کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے لیکن انگریزی میں اس کا ترجمہ بہت مقبول ہوا۔

یوں تو رومی کا وطن افغانستان کا صوبہ بلخ تھا مگر بچپن ہی میں وہ اپنے والد مولوی بہاؤالدین کے ساتھ رومی سلطنت اناطولیہ جا بسے جو اس وقت ترک سلجوقی سلطان علاؤالدین کے زیر حکومت خوشحال خطہ تھا، اس لیے مولانا جلال الدین کا لقب رومی ٹھہرا۔ رومی کے والد وہاں عالم دین کی حیثیت سے ایک بڑے مدرسے میں پڑھاتے تھے اور اناطولیہ میں کافی عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ایک عرصہ کے بعد، رومی کے والد کو حکومت کی طرف سے دعوت دی گئی کہ وہ سلجوقوں کی راجدھانی قونیہ میں کسی بھی کالج میں علم دین پڑھائیں۔ 1222 میں رومی کے والد کا انتقال ہو گیا۔ لہٰذا رومی نے 25 سال کی عمر میں اس مدرسے کا انتظام سنبھال لیا اور یہیں پڑھانے لگے۔ یہیں سے انھیں مولوی رومی اور مولانا رومی کہا جانے لگا۔

رومی نے 1226 میں یہیں شادی کی۔ ان کی اکلوتی اولاد کا نام ولید تھا۔

رومی 30 ستمبر 1207 کو افغانستان کے شہر بلخ میں پیدا ہوئے اور 17 دسمبر 1273 کو شہر قونیہ (ترکی) میں انتقال کیا۔ یہ شہر مولویوں، عالموں اور درویشوں کا شہر ہے۔ یہیں رومی کا مقبرہ ہے۔ یہاں رومی کے نام سے میوزیم اور ثقافتی مرکز بھی ہے۔ اس وجہ سے یہ شہر سیاحوں کے لیے باعثِ کشش ہے۔

رومی کو بچپن ہی سے لکھنے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ انھوں نے اِتنا پڑھا لکھا کہ اُن کا شمار اپنے عہد کے مشہور عالموں میں ہونے لگا۔ ان کے علم اور استادی کا ذکر آس پاس کے کئی ملکوں میں ہوتا تھا۔ بہت سے طالب علم ان کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے آنے لگے۔ ان کے اچھے اخلاق اور پڑھانے کے دل پذیر طریقے سے لوگ اِتنے خوش تھے کہ ان کو دل و جان سے چاہتے تھے۔

ایک روز کی بات ہے کہ ایک قلندر سا شخص ان کے مدرسے میں آیا۔ مولانا رومی پانی کے حوض کے کنارے بیٹھے

ہوئے تھے اور پاس ہی کچھ کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس شخص نے ان سے پوچھا کہ یہ کون سی کتابیں ہیں۔ رومی نے کہا کہ یہ تم نہیں جانتے۔ انھیں 'قیل وقال' کہتے ہیں۔

اُس شخص نے وہ تمام کتابیں اٹھا کر پانی میں ڈال دیں۔

رومی کو بہت دکھ ہوا۔ وہ غصے میں بولے۔

تم نے یہ کیا کیا؟ اس میں تو کئی ایسی کتابیں تھیں جو کہیں نہیں ملتی ہیں!

اُس قلندر نے پانی میں ہاتھ ڈال کر سب کتابیں نکال لیں۔ سبھی کتابیں جوں کی توں سوکھی نکلیں۔ مولانا کو بہت حیرت ہوئی۔ انھوں نے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟۔

اُس قلندر نے بہت اعتماد سے جواب دیا کہ یہ تم نہیں جانتے۔ اِسے 'ذوق وحال' کہتے ہیں۔''

اب تو مولانا رومی اس قلندر درویش کے مرید ہو گئے اور ان ہی کے رنگ میں رنگ گئے۔

یہ درویش حضرت شمس تبریزی تھے۔ یہ بڑے بزرگ اور اللہ والے تھے۔ مولانا رومی پر حضرت شمس تبریزی کا ایسا رنگ چڑھا کہ انھوں نے پڑھنا پڑھانا سب چھوڑ دیا۔ اپنے پیر کے ساتھ جنگلوں اور ویرانوں میں وقت بتانے لگے۔ وہ رات دن ذکرِ خدا اور حق کی باتیں کرنے لگے۔

وہ اپنے روحانی احساسات و جذبات کا اظہار نظمیہ شاعری میں کرنے لگے۔ وہ فارسی زبان میں اشعار کہتے تھے لیکن عربی، ترکی، یونانی وغیرہ زبان کے الفاظ بھی استعمال کرتے تھے۔ عربی کے تو مکمل جملے اور اقوال بھی استعمال کرتے تھے۔ ان کی صوفیانہ شاعری نے نہ صرف فارسی ادب بلکہ عثمانیہ دور کے روایتی ادب کو بھی متاثر کیا۔

مثنوی رومی کا اہم ترین موضوع ہے محبت، انسانیت، ہمدردی، دل و دماغ کی پاکیزگی اور اچھا انسان بننے کی بہت سی دانش مندانہ باتیں اشعار کے ذریعے کہی ہیں۔ سب باتیں شعروں میں کہانی کے طور پر بیان کی گئی ہیں۔ ہندوستان کا ذکر بھی اس میں جگہ جگہ ہوا ہے۔ انھوں نے بڑے کام کی باتیں بہت خوبصورت انداز میں سمجھائی ہیں جو ہمیں ایک اچھا اور سمجھدار انسان بننے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔

اس مثنوی سے چند قصے آپ بھی پڑھیے:

دو غلام

کسی بادشاہ نے باتوں باتوں میں ایک بزرگ صوفی سے کہا کہ آپ جو کچھ مجھ سے مانگیں گے، وہ حاضر ہو جائے گا۔

اللہ والے کو یہ بات، بہت بری لگی۔ وہ بادشاہ سے بولے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم مجھ سے ایسا کہہ رہے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میرے دو معمولی سے غلام تم پر حکومت کر رہے ہیں؟

بادشاہ نے تعجب لیکن ادب سے پوچھا۔

وہ کون سے دو غلام ہیں؟ مجھے تو آج تک ان کی خبر نہیں ہے!

بزرگ صوفی نے فرمایا۔

غصہ اور لالچ!

یہ دونوں میرے غلام ہیں اور تم ان دونوں کے غلام ہو!!

علم کا گھمنڈ

ایک نجومی کشتی میں سوار ہوا اور گھمنڈ سے اپنا علم بگھارنے لگا۔ اس نے ملاح سے پوچھا۔

تم نے کچھ علم نجوم بھی پڑھا ہے؟

اُس ملاح نے کہا۔"نہیں!"

اس پر نجومی بولا۔ افسوس تم نے اپنی آدھی زندگی ضائع کردی۔

ملاح کو یہ بات بہت بری لگی۔ مگر وہ کشتی چلاتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد طوفان اُٹھا۔ اب کشتی والے نے نجومی سے پوچھا۔

جناب آپ تیرنا بھی جانتے ہیں یا نہیں؟

نجومی نے کہا۔ "بالکل نہیں۔"

کشتی والے نے کہا۔ پھر تو آپ نے ساری عمر یوں ہی گنوادی!

پانی مردوں کو تو لیے پھرتا ہے لیکن زندوں کو نہیں!!

اگر کوئی تیرنا نہیں جانتا ہے تو وہ اسے ڈبو دیتا ہے!!!

موت یقینی ہے!

حضرت سلیمان پیغمبر تھے۔ وہ پرندوں کی بولی سمجھتے تھے۔ ہر پرندہ ان کی خدمت میں رہنا باعث عزت سمجھتا تھا۔ سب اپنے اپنے کمالات ان پر جتاتے اور اپنے آپ کو ان کے پاس رہنے کے لائق بتاتے۔

ہد ہد نے اپنے بارے میں حضرت سلیمان کو بتایا کہ مجھ میں جو خوبیاں ہیں، وہ تو ہیں ہی، ایک خاص بات مجھ میں یہ ہے کہ میں ہوا میں اُڑ کر زمین کی ہر چیز دیکھ لیتا ہوں۔ پانی کو تو ایک ہی نظر میں پہچان لیتا ہوں کہ کتنا گہرا اور کس رنگ و بو کا ہے؟ اگر آپ اپنے لشکر کے ساتھ مجھے رہنے کی اجازت دیں تو میں مفید ثابت ہو سکتا ہوں۔

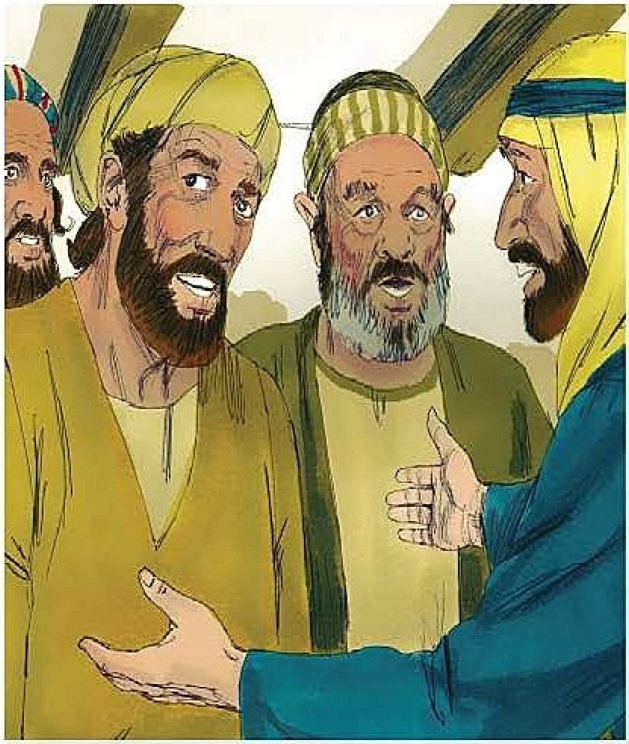

حضرت سلیمان نے فرمایا۔

بے شک! تمھارا فوج کے ساتھ رہنا بہت مفید ثابت ہوگا۔ جنگل وصحرا میں ہر جگہ پانی کی کھوج لگالوگے اور فوج کو کہیں بھی پیاس کی مصیبت نہ اُٹھانی پڑے گی۔ تم ضرور ہماری فوج کے ساتھ رہا کرو۔

کوے نے ہد ہد کی عزت بڑھتے دیکھی تو مارے حسد کے وہ جل بھن گیا اور موقع پا کر حضرت سلیمان سے کہا۔

حضور، ہد ہد اپنی قوت بینائی کی جھوٹ موٹ ڈینگیں مارتا ہے۔ اگر اس کی نظر اتنی ہی تیز ہوتی تو پھر وہ جال میں کیوں پھنس گیا تھا؟ جال نہ دیکھ لیتا!

اس پر ہد ہد نے بہت ادب سے عرض کیا۔

حضرت! اگر میری بات غلط نکلے تو جو چور کی سزا وہ میری۔ میں غلط بات کبھی نہیں کہوں گا۔ کوا یونہی بہکا یا کرتا ہے۔ اس کی باتوں پر آپ نہ جایئے۔ میں تو آسمان کی اونچائی سے بھی جال دیکھ سکتا ہوں۔ لیکن اگر موت یا پریشانی کا وقت ہی آجائے تو اور بات ہے کیوں کہ اس وقت عقل پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ چاند کالا اور سورج بے نور نظر آنے لگتا ہے۔

یعنی موت سے بھلا کون بچ سکتا ہے!

نا سمجھی کا جھگڑا

ایک شخص نے چار آدمیوں کو ایک دِرہم دیا۔ یہ سب الگ الگ ملکوں کے رہنے والے تھے۔ اُن کی بولی جدا جدا تھی۔ انھوں نے سوچا کہ اس درہم سے کچھ خرید کر بانٹ لیں گے۔ لیکن اب اس بات پر جھگڑا شروع ہوگیا کہ کیا خریدیں؟

ہندوستانی بولا۔ ”ایسا کرتے ہیں، انگور خرید لیتے ہیں۔“

ایرانی بولا۔ ”میں انگور بالکل پسند نہیں کرتا۔ مجھے تو عنب چاہیے۔“

ترکی بولا۔ ”دونوں نہیں۔ میں تو اوزم لوں گا۔“

رومی بولا۔ یہ سب چھوڑو۔ ”استافیل سب سے اچھے رہیں گے۔“

مگر کسی نے کسی کی نہ مانی۔ بحث نے لڑائی کی صورت اختیار کرلی۔

سب ایک ہی بات کہہ رہے تھے۔ لیکن بولیاں الگ الگ تھیں۔ ایک دوسرے کی بات نہیں سمجھ پا رہے تھے، یعنی اپنی نا سمجھی اور لاعلمی سے آپس میں بلاوجہ جھگڑ رہے تھے۔ کبھی کبھی نا سمجھی اور کم علمی سے بھی لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں!

(تعارف جون 2021 کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

■

Rais Siddiqui
Bungalow No. 2-Rahat Kada
14-Green Valley Enclave
Airport Road, Bhopal-462030
Email: rais.siddiqui.ibs@gmail.com
Mob.: 9810141528

ذہنی دباؤ میں بچے کیسے پڑھیں گے؟

عبدالحمید گلراشیری

آج کل بچے مختلف وجوہات کی بنا پر پریشان ہیں۔ آزادانہ ماحول میں ان کی پڑھائی نہیں ہوتی۔ روایتی تعلیمی نظام میں بچہ محض سننے والا اور ہدایت کے مطابق کام کرنے والا ہے۔ بچے کو خالی برتن سمجھ کر استاد پڑھاتے آ رہے ہیں۔ جدید تعلیمی نفسیات کے مطابق یہ سراسر غلط ہے۔ بچوں کی پڑھائی کے دوران ان کی فطرت، شخصیت اور ہمہ جہت ذہانت کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے مگر افسوس کہ یہ سب نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

گھر میں ہوں یا کمرہ جماعت میں بچوں کی آزادی اور شخصیت کی قدر و قیمت نہیں ہے۔ یہاں پڑھائی ایک طرفہ ہوتی ہے۔ نہ جانے بچوں کو کیا کیا دشواریاں پیش آتی ہیں۔ کہیں بچوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے یا توہین کی جاتی ہے، کبھی کمرہ جماعت مار پیٹ کا گرم بازار ہوتا ہے۔ بچوں کی عزت نفس کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ اکثر والدین کو اساتذہ کی ہدایات بغیر سوچے سمجھے ماننی پڑتی ہیں۔

بچوں کی مفت اور لازمی تعلیم کا حق ایکٹ (RTA) 2010 سے ملک میں رائج ہو چکا ہے۔ اس قانون کے مطابق استاد کو صرف جانکاری بڑھانے والا نہیں بلکہ وہ بچوں کی ہمہ جہت صلاحیت اور ذہانت کو پروان چڑھانے والا ہونا چاہیے۔ بچوں کے حقوق بھی اس میں وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ یہ قانون کہتا ہے کہ بچوں کو اظہارِ خیال اور اپنے جذبات و تاثرات ظاہر کرنے کا حق ہے اور ان کو خود اپنی رائے تشکیل کرنے کی آزادی ہے۔ بچوں کے ذاتی، خاندانی مسئلوں میں اور ان کے خط و کتابت میں دخل اندازی نہ کی جائے۔ بچے چاہیں تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

ہر بچے کی اپنی شخصیت ہے۔ تعلیم کے دوران مختلف وجوہات سے ان کی شخصیت پر ٹھیس لگتی ہے۔ استاد ہوں یا والدین غور سے سوچنے کی بات ہے کہ ذہنی دباؤ میں پڑھائی نہیں ہوتی۔ تعلیم میں ان کے ذوق و شوق کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے۔

ہر بچے کے پڑھنے لکھنے کا اپنا انداز اور طور طریقہ ہوتا ہے۔ تمام بچے ایک ہی رفتار سے نہیں پڑھ سکتے۔ ان کا ماحول

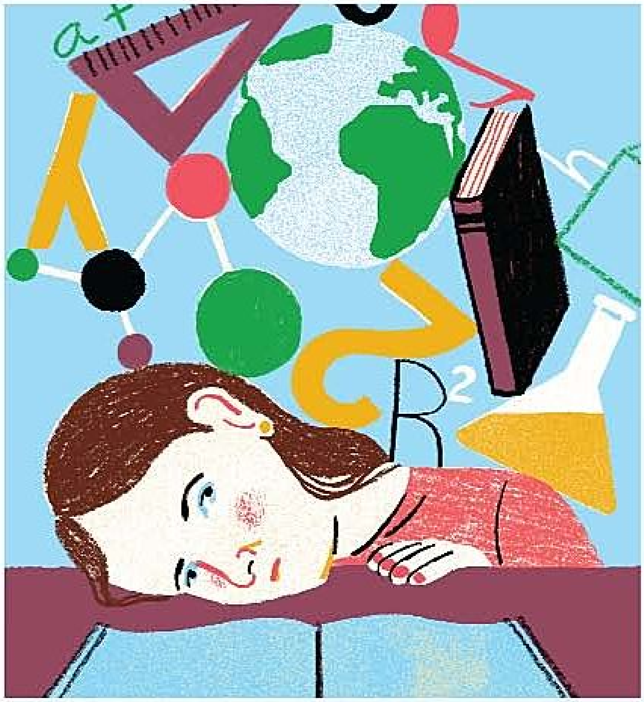

اور ذہانت مختلف ہوتی ہیں۔ بچہ کیسے پڑھتا ہے، کیا پڑھتا ہے؟ کہاں تک پڑھ سکتا ہے؟ یہ ساری چیزیں ایک طرفہ فیصلہ کرنے والی نہیں ہیں۔ تعلیم و تدریس کے ہر مرحلے میں بچوں کی رائے اور ان کی پسندیدگی کا خیال رکھنا چاہیے۔ کلاس کا ماحول، وسائلِ تعلیم، طریقۂ تدریس وغیرہ مسرت خیز ہو۔ بچوں کو نڈر اور آزادانہ طور پر تعلیمی سرگرمیوں میں حصہ لینے، سوالات پوچھنے اور اپنے خیالات پیش کرنے کا موقع فراہم کریں۔

تنقیدی شعور (Critical Consciousness) پیدا کرنا تعلیم کا اہم مقصد ہے۔ استاد محض علم کی ترسیل کرنے والا نہیں، وہ علم کی تشکیل میں بچوں کی مدد کرنے والا ہے۔ علم کے ذریعے بچوں میں ظلم و زیادتی کے خلاف آواز اٹھانے اور سوال کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ گاندھی جی نے کیا خوب کہا ہے۔ ”غلامی سے نجات پانے کے لیے علم حاصل کرو۔“

تعلیم نجات کا ایک طاقت ور ذریعہ ہے۔ سماج کی تشکیل میں بچوں کا اہم رول ہے۔ ہر سماجی مسئلے کو تنقیدی نقطۂ نظر سے دیکھنے اور جائزہ لینے کا موقع بچوں کو ملنا چاہیے۔

یہاں کیا ہو رہا ہے؟ کیوں ہو رہا ہے؟ کن لوگوں کی خواہشات کا تحفظ کیا جا رہا ہے؟ آخر اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس طرح کے سوالات کر کے سماجی مسائل کا جائزہ لینے کا موقع بچوں کو ملنا چاہیے۔

تعلیمی عمل کے دوران والدین یا استاد کا رول ایک مددگار (Fecilitator) کا ہوتا ہے۔ پڑھائی میں بچوں سے غلطیاں ہونا فطری ہے۔ استاد کو حسب موقع ان کی مدد کرنی چاہیے۔ مدد کرنے پر ان کی خود اعتمادی بڑھ جاتی ہے۔ انعام یا سزا تعلیم سے جڑی ہوئی چیزیں ہیں۔ استاد یا والدین کہتے رہتے ہیں کہ اگر امتحان میں پاس ہو گئے تو انعام ملے گا ورنہ سزا ملے گی۔ اس طرح بچوں میں دباؤ پیدا کر کے پڑھائی کی طرف لانا آسان ہے، لیکن کسی قسم کے بیرونی دباؤ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

بچوں میں اندرونی محرک (Intrinsic Motivation) پیدا کرنا بے حد ضروری ہے۔ ماہر نفسیات کہتے ہیں کہ بچے شعوری طور پر پڑھنے والی باتیں بہت جلد بھول جاتے ہیں۔

پڑھائی کے دوران پیش آنے والے تمام مسائل استاد حسب موقع حل کرے۔ ہر بچے کا ذوق و شوق مختلف ہوتا ہے، وہ مختلف مسائل سے دوچار ہوتے ہیں۔ حسب موقع استاد یا والدین ان کی مدد کریں۔ دوران تعلیم استاد بچوں کا رفیق اور رہنما ہو۔ بچوں سے دوستانہ باتیں کرے۔

بچوں کو والدین اور استاد کی طرف سے Positive Storke ملنی چاہیے۔ اس کے لیے یہ کام کریں:

* شاباشی دینا اور حوصلہ افزائی کرنا۔
* بچوں کی باتیں ماننا اور ان سے دوستانہ سلوک کرنا۔
* دل کھول کر گفتگو کرنا۔
* بچوں کو عزت دینا۔
* مسکرانا اور بلائیں لینا۔

* ہر بچے کے حالات سمجھنے کی کوشش کرنا۔
* بچوں کی صلاحیت، مہارت اور کمزوری کو جاننے کی کوشش کرنا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ بچوں کا باہم موازنہ کرکے ان کی توہین کرنا اور نظرانداز کرنا صحیح نہیں ہے۔ ان کی صلاحیتوں پر ہمت افزائی کرنے کی بجائے ان کی کمزوریاں بڑھا چڑھا کر دکھانے کی کوشش نہ کریں۔ ہر بچے کی صلاحیت اور ذہانت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ نظرانداز کیا جانا بچوں کے لیے ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔ ایسا رویہ گھر میں ہو یا اسکول میں وہ ان کے لیے پریشان کن ہوتا ہے۔

پیدائشی طور پر بچوں میں مختلف قسم کی صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ سازگار ماحول فراہم کیا جائے تو ذہانتیں ترقی پاتی ہیں۔ استاد کو چاہیے کہ درس و تدریس کے دوران اس کے لیے مناسب حکمتِ عملی اختیار کرے۔

دورانِ تعلیم بچوں کا تناؤ بڑھانے میں امتحان کا بڑا رول ہے۔ بچپن سے ہی طرح طرح کے امتحانات کا سامنا ہوتا ہے۔ ہر امتحان میں ان کا چین و قرار کھو جاتا ہے۔

جانچ و جائزہ یا امتحان کے حسب ذیل مقاصد ہوتے ہیں:

* تعلیمی ترقی کا جائزہ۔
* خود اپنا جائزہ لے کر کارکردگی میں بہتری لانا۔
* اپنی طاقت اور کمزوری سے آگاہ ہونا چاہیے۔
* پڑھائی پر ابھارنا۔

افسوس کی بات ہے کہ امتحان کے بعد ان مقاصد کا حصول نہیں ہوتا بلکہ بچوں پر ذہنی دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ بچہ سوچتا ہے کہ اگر امتحان میں اس کا نمبر کم آیا تو ابا جان کو کیا جواب دے گا؟ کمرۂ جماعت میں ساتھیوں کا سامنا کیسے کرے گا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ دھمکی یا ڈر کے ماحول میں پڑھائی نہیں ہوتی۔ اندرونی محرک سے پڑھائی ہوتی ہے۔ خارجی دباؤ دراصل میں ذہنی کشمکش، احساسِ کمتری اور عدم تحفظ کا ماحول پیدا کرتا ہے۔

تعلیم زندگی بھر جاری رہتی ہے۔ اس لیے یہ مسرت بخش ہونی چاہیے۔ ہر بچہ کھیل پسند کرتا ہے۔ ایک جگہ میں اڑے پڑے رہنا وہ پسند نہیں کرتا۔ اس لیے پڑھائی بھی سرگرمی پر مبنی ہونی چاہیے۔ کھیل کے ذریعے بہت سارے اقدار و رویے غیر شعوری طور پر بچوں میں پیدا کیے جاسکتے ہیں۔ بچہ ہمیشہ نئی چیزیں سیکھنا چاہتا ہے۔ تلاش و جستجو کرکے کچھ نہ کچھ ڈھونڈ نکالنے کا شوق بھی ان میں ہوتا ہے۔ بچوں کی فطرت کا لحاظ کرتے ہوئے درس و تدریس اور تعلیمی ماحول میں تبدیلیاں لانے کی اشد ضرورت ہے۔ مشہور سائنس داں آئنسٹائن (Albert Einstein) سے پوچھا گیا کہ آپ اتنے بڑے سائنس داں کیسے بن گئے؟

تو اس نے جواب دیا کہ ”میں نے ہمیشہ بچوں کی طرح زندگی گزارا۔ بچوں کی طرح تمام چیزوں کو شوق و ذوق سے دیکھنے، جائزہ لینے اور حیران ہونے کی عادت میری فطرت میں شامل تھی۔“

بچوں کی خود اختیاری (Learner Autonomy) کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔ ان کو آزادانہ طور پر سوچنے اور سوال کرنے کا حق ہونا چاہیے۔ بچوں کے تمام حقوق اور ان کی فطرت کا لحاظ کرتے ہوئے تعلیمی عمل کو آگے بڑھائیں، تبھی بہتر تعلیمی نتائج حاصل ہوسکتے ہیں۔

■

Dr. Abdul Hameed Karassery
Ghazal, Po.: Karassery Via-Mukkam
Distt.: Kozhikode - 673602 (Kerala)
Mob.:9447452826

آزاد سونی پتی

دوستی

اور رشتے جنم سے سارے جڑے
اک علاوہ دوستی کے رشتے کے
دوستی کا رشتہ قائم کرتے ہم
اس لیے لازم ہے یہ ہو مستحکم
دوستی کرنے سے پہلے دیکھنا
ہم خیال ہم درد ہو وہ ہم نوا
ایک اول ایک مصرعہ ثانی ہو
دوستی کا لطف بھی لافانی ہو
چار لوگوں میں رکھے وہ تیرا لاج
تا کرے توقیر یہ سارا سماج
لغزشوں سے وہ بچائے رات دن
راہ حق کی وہ دکھائے رات دن
اک دیا اک باتی کے جیسے رہیں
دونوں مل کر روشنی جگ میں کریں
دوستوں کی دوستی گہری رہے
دوستی کی شرط یہ پہلی رہے
ہر گھڑی اک دوجے کا رکھنا خیال
ہر گھڑی اک دوجے کی ہو دیکھ بھال

■

R.K. Azad
E-506,1794, HB Sector - 15
Sonipat - 131001(Haryana)
Mob.: 7021724853

عاکف سنبھلی

بچو میں اک شجر ہوں

بچو! میں اک شجر ہوں — دیتا تمھیں ثمر ہوں
ٹھنڈی ہوائیں مجھ سے — ملتی دوائیں مجھ سے
مجھ پر ہیں پھول کھلتے — مجھ سے ہی پھل ہیں ملتے
لکڑی بھی مجھ سے پاتے — سب کام میں ہیں لاتے
آلودگی مٹاؤں — کالی گھٹائیں لاؤں
جنگل ہیں یا چمن ہیں — سب ہی مرے وطن ہیں
میری ہی ڈالیوں میں — بچے ہیں جھولا ڈالیں
ان پہ ہی تو پرندے — رکھتے ہیں آشیانے
مجھ سے ہی دولتیں سب — مجھ سے ہی راحتیں سب
کتنے ہی فیض مجھ سے — انسان سب ہیں پاتے
پھر بھی مگر یہ انساں — کتنا بنا ہے ناداں
مجھ کو یہ کاٹتا ہے — ٹکڑوں میں بانٹتا ہے
دشمن بنا ہے میرا — قاتل ہوا ہے میرا
ناداں نہ اتنا جانے — مجھ سے ہی زندگی ہے
عاکف یہ تم بھی جانو
ناحق نہ مجھ کو کاٹو

(تعارف فروری 2021 کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں) ■

Dr. Raza-ur-Rahman Akif Sambhali
Kashana-e-Akif
Allama Iqbal Street
Miyan Sarai
Sambhal - 244302 (UP)

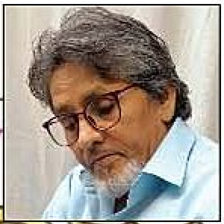

فراق جلال پوری

ایکتا کے گیت

شبنمی نغموں سے دل گرمائیں ہم!
ایکتا کے گیت مل کر گائیں ہم!

ایکتا ہندوستاں کی آن ہے
ایکتا سب بھائیوں کی شان ہے
ایکتا اس دیس کا اعلان ہے
ایکتا ہی زندگی کی جان ہے
یہ سبق سنسار کو سکھلائیں ہم!
ایکتا کے گیت مل کر گائیں ہم!

مست البیلی ترنگوں کی طرح
موسموں کے شوخ رنگوں کی طرح!
نوجوانی کی امنگوں کی طرح
آسمانوں پر پتنگوں کی طرح!
آؤ مچلیں، جھومیں اور لہرائیں ہم
ایکتا کے گیت مل کر گائیں ہم!

ایکتا ہم میں اگر ہے دوستو!
معرکہ ہر ایک سر ہے دوستو!
اس کے ہوتے کس کا ڈر ہے دوستو
شرطِ اوّل یہ مگر ہے دوستو!
ایکتا کی ڈور میں بندھ جائیں ہم
ایکتا کے گیت مل کر گائیں ہم!

ایک ہوکر دوستو ہم تم رہیں
بانٹ لیں سکھ اور دکھ مل کر سہیں
خوں بہا دیں جس جگہ آنسو بہیں
ہندو مسلم سب کو ہم اپنا کہیں!
دشمنوں کی چال میں کیوں آئیں ہم
ایکتا کے گیت مل کر گائیں ہم!

یہ وطن، پیارا وطن اپنا چمن
مختلف پھولوں کی ہے جس میں پھبَن
آؤ ہم قربان کر کے جان و تن
جس میں صدیوں سے رواں گنگ و جمن
پیار کی خوشبو سے اب مہکائیں ہم
ایکتا کے گیت مل کر گائیں ہم!

دیس کے ماتھے پہ ہو سونے کا تاج
ہر طرف ہو اپنی آزادی کا راج
ایک دل اور اک زباں اور اک مزاج
ہاتھ میں ہاتھوں کو لے کر آؤ آج
ایک ہی رہنے کی قسمیں کھائیں ہم
ایکتا کے گیت مل کر گائیں ہم!

ایکتا ہی اپنا فن اپنا ہنر!
ایکتا ہی اپنا سارا مال و زر
خون، دھڑکن، زندگی، دل، آنکھ، سر
سر کٹا دیں ایکتا کے نام پر
تاکہ مر کر بھی امر ہوجائیں ہم
ایکتا کے گیت مل کر گائیں ہم!

■

Firaq Jalalpuri
Mohalla: Qazipura
Post: Jalalpur
Distt.: Ambedkar
Nagar-224149 (UP)

پرویز احمد یعقوبی

نظم

پیاری چڑیاں...

امی دیکھو پیاری چڑیاں
کالی پیلی نیلی چڑیاں
ننھے ننھے پر پھیلائے
اڑتی پھرتی ساری چڑیاں

میری چھوٹی سی کیاری میں
کیسی اٹھلاتی چلتی ہے
پھولوں کو چھوکر دھیرے سے
پتوں میں چھپ جاتی ہے

نیل گگن سے سورج دیکھے
وہ بھی خوش ہوجاتا ہے
بادلوں کے سائے سے
اس کا دل بہلاتا ہے

منی بھی کھڑکی میں بیٹھی
چڑیوں سے باتیں کرتی ہے
اکثر ان کے نام بھی پوچھے
کام بھی پوچھے ذات بھی پوچھی

امی ان کا مذہب بتاؤ
ان کا کوئی مسلک ہوگا؟
کیا یہ بھی انساں جیسی ہیں؟
بات بات پر لڑ پڑتی ہیں؟

امی دھیرے سے مسکائی
پھر منی کی پپی لے کر
بولی بیٹا یہ اچھی ہیں
وہ تو صرف انساں کرتے ہیں

■

Parvez Ahmed Yaqubi
Peeli Haveli Chowk,Kamptee-441001
Distt. Nagpur (Maharashtra)
Mob.: 9595559073

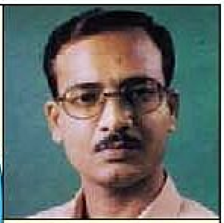

عطاء الرحمن طارق

رکشا بندھن

یہ جو میرا بھائی ہے
سُرمے کی سلائی ہے
نک چڑھا تو ہے لیکن
بہن کا فِدائی ہے
میں اُسے ستاتی ہوں
وہ بھی تاؤ کھاتا ہے
مجھ سے جیت سکتا ہے
پھر بھی ہار جاتا ہے
اس کی چھاؤں ٹھنڈی ہے
اس پہ پیار آتا ہے
خوش رہے، خدا رکھے
منتیں مناتی ہوں
اس کی کامیابی کے
میں دِیے جلاتی ہوں

(تعارف مارچ 2021 کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

■

Ataur Rahman Tariq
Vijaya Co-op Hsg. Society
Vaishali Nagar
K.K. Road, Mahalaxmi
Mumbai - 400011 (Maharashtra)

شمیم اختر

سبزیوں کے ذائقے

کھیرا، گاجر، اور شلجم
آؤ مل کر کھائیں ہم

گر تیکھا ہے ایٹم بم
چکھ کر دیکھو آلو دم

اس سالن کو تو چکھ لو
مرچی بھی اس میں ہے کم

تھوڑی راحت مل جائے
پانی پی کر لے لو دم

منہ میٹھا تو کرلیا پھر
آنکھیں تیری کیوں ہیں نم

بچنا ہے ہر روگ سے تو
سبزی کھائیں گے اب ہم

مان گئے کہ اختر ہے
امی کے ہاتھوں میں دم

■

Shamim Akhtar
5, PM Bustee 4th Lane
Shibpur
Howrah - 711102 (West Bengal)
Mob.: 9836225704

قلم

ارشاد احمد ارشاد

پتا ہے قلم نے کیا کام کیا ہے
زمانے کی قسمت کو اس نے لکھا ہے

یہ سورج یہ چندا یہ تارے ہیں روشن
زمیں پر یہ دریا سمندر ہو یا بن

پہاڑوں کی رفعت اسی نے لکھی ہے
غرض سب کی قسمت اسی نے لکھی ہے

چرند اور پرند اور انسان پیارے
ہے جب تک یہ دنیا رہیں گے یہ سارے

سبھی کے ہی بارے میں اس نے لکھا ہے
اسی کے لکھے پر تو سب کچھ ہوا ہے

خدا نے قلم کو ہے پہلے بنایا
جہانوں کو اس کے لکھے پر سجایا

کیا لکھ کے محفوظ پہلے خدا نے
کہ ہر شے کے مخصوص کر کے زمانے

وہی لوحِ محفوظ کہتے ہیں جس کو
اسی پر لکھا ہے قلم نے ہی سمجھو

نہ دل ہے نہ دھڑکن نہ جاں ہی عطا کی
فقط اس کو رب نے زباں ہی عطا کی

ملی اس کو طاقت ہے سب سے زیادہ
ہے لکھتا وہی جو کریں ہم ارادہ

ارادہ نہ جب تک ہو شامل ہمارا
نہیں لکھتا کچھ بھی یہ آخر بے چارا

نہیں اپنی جانب سے کچھ بھی یہ کہتا
سدا ساتھ رہ کر بھی خاموش رہتا

نہیں اس کے آگے ہے تلوار کچھ بھی
نہیں اس سے کاری کوئی وار کچھ بھی

نہیں کام کرتی جو تلوار بھی ہے
قلم ایسا کرتا وہاں وار بھی ہے

اثر اپنا ایسا دکھاتا ہے سب کو
کہ گرویدہ اپنا بناتا ہے یہ تو

یہ انساں کو رب نے وہ تحفہ دیا ہے
اسی کی بدولت تو اشرف بنا ہے

■

Irshad Ahmad
Makan No: 1206, Gali No.: 39/4
Jafrabad
Delhi -110053
Mob.: 7011543560

سارہ فیصل

پانی

ہر فرد کو پتہ ہے
پانی یہ کیوں اہم ہے
کتنا اہم ہے یہ اور
کیا اس کی خاصیت ہے
پانی کے بن ادھورا
لگتا تو یہ جہاں ہے
سب کچھ ہے سُونا سُونا
ویراں سا یہ جہاں ہے
پانی اگر نہ ہو تو
ہر کام ہے رکا سا
ایسا لگے کہ جیسے
کچھ کھو گیا یہاں ہے
پانی سے ہی تو یارو
رنگین یہ جہاں ہے
پانی کے بن یہاں پر
بے رنگ ہر سماں ہے
پانی سے ہی تو ہیں سب
جنگل ہرے بھرے یہ
انسان ہو کہ حیواں

جھرنے، پہاڑ، ندی
یا جھیل، پوکھرے ہوں
پانی اگر نہ ہو تو
ویران ہوں گے سارے
گرمی کی جب تپش ہو
پانی کی اور قِلت
معلوم تب ہے پڑتی
پانی کی اہمیت بھی
ایسا نہ ہو کہ کل کو
مخلوق ہو پریشاں
پانی کے واسطے بھی
ہر پل ہی دوڑنا ہو
اس واسطے اے یارو
پانی کو ہم بچائیں
پانی کو ہم بچائیں

■

Sara Faisal D/O Ameer Faisal
Shaikh Damunpura
Mau - 275101 (UP)
Mob.: 7408984071

کتابوں سے اپنا رشتہ مضبوط کیجیے: محمد عارف اصلاحی

س: بچپن میں آپ کے پسندیدہ مصنفین کون تھے اور اب کون ہیں؟

ج: مجھے کہانیاں پڑھنے کا شوق بچپن سے ہی تھا، ایک روز مجھے ایک کتاب ملی جس کا نام تھا 'ہمارا ابن بطوطہ' اسے پڑھنا شروع کیا تو وہ مجھے اتنی اچھی لگی کہ کتاب مکمل کیے بغیر میں نے اسے نہیں چھوڑا۔ کتاب ختم کرنے کے بعد کہانی لکھنے والے کا نام تلاش کیا، اوپر ہی لکھا ہوا مل گیا 'مائل خیر آبادی' بس کیا تھا، اسی روز سے جس کتاب پر بھی مائل خیر آبادی لکھا دیکھتا وہ اٹھا لیتا اسے پوری پڑھ کر ہی دم لیتا۔ اس طرح میرے پسندیدہ مصنف 'محمد اسحٰق مائل خیر آبادی' بن گئے اور آج بھی جب میں ان کی تحریریں پڑھتا ہوں مجھے ان سے بہت کچھ رہنمائی ملتی ہے۔

محمد عارف اصلاحی

س: بچپن میں کس کتاب نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

ج: ہمارا ابن بطوطہ، شہزادہ توحید اور عنایت اللہ سبحانی صاحب کی ''محمد عربیؐ''۔

س: بچپن میں بچوں کے کون سے رسائل آپ پڑھتے تھے؟

ج: میرا گھرانہ، علمی گھرانہ رہا ہے۔ بچوں کے رسالے جیسے کھلونا، نونہال، نور، بتول اور امنگ وغیرہ آسانی سے مجھے مل جایا کرتے تھے۔ سبھی رسائل پڑھتا تھا۔ مگر اس زمانے میں سب سے زیادہ مجھے 'پیام تعلیم' پسند آتا تھا۔ خود پڑھتا تھا اور دوسروں کو بھی ترغیب دیتا تھا۔

س: بچوں کی ذہنی وفکری ارتقا کے لیے کون سی کتابیں زیادہ مفید ہیں؟

ج: بچوں کو ذہنی وفکری ارتقا کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے جو معیاری ہوں، معتبر ہوں، جن سے ان کے علم میں اضافے کے ساتھ ان کی تربیت کا بھی سامان ہو۔

س: زبان وبیان کو بہتر بنانے کے لیے کن مصنفین کی

محمد عارف اصلاحی کی چند کتابوں کے عکس

کتابیں بچوں کے لیے رہنما ثابت ہوسکتی ہیں؟

ج : زبان وبیان کو بہتر بنانے کے لیے ان مصنفین کی کتابیں بچوں کے لیے رہنما ثابت ہوسکتی ہیں جو بچوں کی سطح کو ملحوظ رکھ کر مرتب کی گئی ہوں اور جن میں زبان وبیان سکھانے کا اہتمام بھی کیا گیا ہو۔

س: مستقبل اور اپنے کیریئر کو سنوارنے کے لیے بچوں کو کن موضوعات اور کتابوں کا مطالعہ کرنا فائدہ مند ثابت ہوگا؟

ج : بچے اپنے والدین یا اپنے مربی حضرات کی رہنمائی میں ہی موضوعات اور کتابوں کا انتخاب کریں تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ مربی بچے کی دلچسپیوں اور ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انھیں مشورہ دے گا۔

س: اپنے سوانحی اور تعلیمی کوائف کے بارے میں کچھ بتائیں؟

ج : پیدائش 19 جون 1969 میں، اعظم گڑھ کی مشہور تحصیل پھول پور میں ہوئی۔ ویسے میرا تعلق مردم خیز گاؤں 'سیدھا سلطان پور' سے ہے۔ جہاں بڑی بڑی شخصیات نے جنم لیا اور مختلف شعبوں میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ میرے والد محترم ڈاکٹر افتخار احمد خاں صاحب مشہور معالج اور سوشل ورکر تھے۔ انھوں نے اپنے علاقے میں 'اقرا پبلک اسکول' کے نام سے 1984 میں ایک ادارے کی داغ بیل ڈالی تھی۔ میرے دادا جان 'مولانا صدرالدین اصلاحی' مفسر قرآن، کئی اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن کی تصانیف سے آج بھی لوگ فیض اٹھا رہے ہیں۔

عالم اسلام کی منفرد درسگاہ 'مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر' میں میرا داخلہ مکتب سوم میں ہوا۔ درجہ سوم کے بعد میں نے درجہ حفظ میں داخلہ لے لیا۔ حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد اسی مدرسے سے سند فراغت حاصل کی۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے گریجویشن اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے پوسٹ گریجویشن کیا۔ 1994 سے باقاعدہ درس وتدریس سے وابستہ ہوگیا۔ 2011 سے 'اقرا پبلک اسکول، نعمت نگر سرائے میر' کے نام سے سی بی ایس ای طرز پر اپنے ادارے کی دیکھ بھال کر رہا ہوں۔

س: آپ کو بچوں کے لیے لکھنے کا خیال کب اور کیسے آیا؟

ج : 'کورونا' کے دوران جب ہندستان تھم سا گیا تھا، اس دوران ایک روز میرا ننھا منا بھانجہ 'عبداللہ ابوذر خان' میرے پاس آیا، کچھ ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد مجھ سے کہتا ہے کہ اصلاحی ماموں کہانی سنائیے۔ میں کچھ دیر خاموش رہا، پھر کہا: بیٹے مجھے تو کوئی ایسی کہانی نہیں آتی جو آپ کو سنا سکوں، آپ ہی کوئی کہانی مجھے سنائیے۔ اس نے اپنی توتلی زبان میں پتا نہیں کیا کیا سنایا جسے میں اچھی طرح سمجھ نہیں سکا، بس اتنا اندازہ لگا سکا کہ وہ مجھے حضرت نوحؑ کی کشتی والا واقعہ سنا رہا ہے۔ عبداللہ تو اپنی کہانی سنا کر چلے گئے لیکن مجھے ہوم ورک

دے گئے۔ میں سوچنے لگا کہ اگر مائیں اس طرح کی کہانیاں سناتی رہیں تو اپنے بچوں کی تربیت کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں، لیکن آج کی ماؤں کے پاس کچھ سنانے کو ہے ہی نہیں سوائے اپنے خاندانی جھگڑے اور گھریلو مسائل کے۔ کیوں نہ میں اپنے ان خالی اوقات میں کچھ کہانیاں لکھ ڈالوں جو بچوں اور بڑوں دونوں کی ضرورتوں کو پورا کریں۔ رمضان کا مہینہ تھا، دوسرے عشرے کی مناسبت سے میں نے ایک چھوٹی سی کہانی 'موبائل' پر ہی ٹائپ کر ڈالی، سب سے پہلے اپنی بہن کے موبائل پر بھیج دی، اسے بتایا کہ آج عبداللہ مجھ سے کہانی سننا چاہ رہے تھے، تم آج یہ کہانی اسے سنا دینا۔ شعوری طور پر لکھی گئی میری یہ کہانی سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی، بچوں کے لیے کہانیوں کی کتابوں کے معتبر ادارے 'البدر بک سینٹر، سرائے میر' کے روح رواں جناب عقیل احمد اعظمی صاحب تک پہنچ گئی۔ انھوں نے مجھے فون کیا، (وہ جملے آج بھی یاد ہیں) علیک سلیک کے بعد کہا: ''عارف بھائی! آج آپ کی لکھی ہوئی کہانی نظروں سے گزری، بچوں کے لیے بڑی اچھی ہے، کیوں نہیں آپ اور بھی اسی طرح کی کہانیاں لکھ ڈالتے۔ یہ بڑا کام ہوگا۔'' ان کی باتیں سن کر میں نے کہا: کیا یہ چھپنے کے لائق ہے؟ پھر ان کہانیوں کی طباعت کی ذمے داری کون لے گا؟ انھوں نے جواب دیا: آپ ایسی پچاس کہانیاں بھی لکھ ڈالیں تو میں چھپوانے کو تیار ہوں۔ ان کی باتوں سے مجھے حوصلہ ملا، اس دن سے میں نے بچوں کے لیے ایک ترتیب بنا کر کہانیاں لکھنی شروع کر دی۔ سچی کہانیاں سیریز، ایمانی کہانیاں سیریز، اچھے بچے سیریز وغیرہ۔ چھوٹی چھوٹی اس وقت تک 71 کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں الحمدللہ، جو کافی مقبول ہیں۔

آج آپ کی لکھی ہوئی کہانی نظروں سے گزری، بچوں کے لیے بڑی اچھی ہے، کیوں نہیں آپ اور بھی اسی طرح کی کہانیاں لکھ ڈالتے۔ یہ بڑا کام ہوگا۔" ان کی باتیں سن کر میں نے کہا: کیا یہ چھپنے کے لائق ہے؟ پھر ان کہانیوں کی طباعت کی ذمے داری کون لے گا؟ انھوں نے جواب دیا: آپ ایسی پچاس کہانیاں بھی لکھ ڈالیں تو میں چھپوانے کو تیار ہوں۔

س: آپ کی پہلی تخلیق کب اور کس رسالے میں شائع ہوئی؟

ج: میری پہلی تخلیق کب کہاں شائع ہوئی، یہ تو اچھی طرح سے یاد نہیں، طالب علمی کے زمانے میں الگ الگ رسالوں میں چھوٹی موٹی تحریریں شائع ہوئی ہیں۔ ہاں میری ایک تحریر 'عورت بحیثیت ماں' کے عنوان سے دہلی سے نکلنے والے ایک ماہنامہ 'رفیق منزل' میں شائع ہوئی تھی۔

س: آپ کے مرکزی موضوعات کیا ہیں؟

ج: میرا مرکزی موضوع 'تربیت' ہے۔ میری لکھی ہوئی ساری کہانیاں تربیتی پہلو لیے ہوئے ہوتی ہیں۔

س: کتاب لکھنے سے پہلے آپ بچوں کی نفسیات اور ذہنی مطالبات پر ریسرچ کرتے ہیں کہ نہیں؟

ج: میں پیشے سے چوں کہ معلم ہوں، بچوں کے درمیان ہی میری زندگی گزر رہی ہے، بچے اور ان کے والدین سے ہی میرا واسطہ رہتا ہے۔ اس لیے اپنی ہر تحریر کو بچوں کے اعتبار سے پرکھتا ہوں، جانچتا ہوں پھر بچوں تک پہنچاتا ہوں، یوں کہیے کہ ریسرچ کر کے ہی کہانیاں لکھتا ہوں۔

س: بچوں کے لیے لکھتے ہوئے آپ کو کس طرح کی دقتوں کا

سامنا کرنا پڑتا ہے؟

ج : لکھتے وقت تو کسی طرح کی دقت کا سامنا نہیں ہوتا، اس لیے کہ میں نے بڑوں کے لیے کچھ لکھا ہی نہیں کہ میری زبان اور میرے جملے بچوں کی سمجھ سے بالاتر ہوں، ہاں البتہ اس بات کی فکر لگی رہتی ہے کہ میری تحریریں بچوں کے لیے کارآمد اور مفید ہوں، ان کی دلچسپیاں باقی رہیں، انھیں تفریح کے ساتھ ساتھ تعلیم بھی دیں۔

س : ادیب اطفال کی حیثیت سے ادبی اور علمی حلقے میں آپ کی قدر ہوتی ہے یا نہیں؟

ج : یہ تو مجھے نہیں معلوم، ابھی دو سال ہوئے ہیں جب میں نے بچوں کی دنیا میں قدم رکھا ہے۔ ہاں اتنا ضرور اندازہ ہوا کہ بچے میری کہانیاں پسند کرتے ہیں اور بڑے یہ کہتے ہیں کہ آپ کے سمجھانے کا انداز بہت آسان اور اچھا ہے۔

س: کیا اب بھی بچوں کے لیے لکھی گئی کتابیں پڑھتے ہیں؟

ج : بچوں کے لیے لکھی گئی کتابیں اور ان کی تربیت کے موضوع پر نہ صرف پڑھتا ہوں بلکہ ان موضوعات پر معیاری کتابیں اپنے پاس رکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

س: انگریزی اور دیگر زبانوں میں شائع ہونے والے کون سے رسالے بچوں کے لیے مفید ہو سکتے ہیں؟

ج : بچوں کے لیے بہت سے مفید رسالے شائع ہو رہے ہیں، خاص طور پر جنوبی ہند سے شائع ہونے والے رسائل قابل ذکر ہیں۔

س: کیا اردو میں بچوں کے لیے انگریزی، تیلگو اور دیگر زبانوں جیسا شائع ہونے والا کوئی مکمل رسالہ موجود ہے؟

ج: بہت سے رسالے ہیں مختلف زبانوں میں، مگر گہرائی اور گیرائی سے مطالعہ کے بعد ہی کسی رسالے کا نام بتا پاؤں گا۔

س: بچوں کے ادب پر جو رسائل شائع ہو رہے ہیں، ان کے مواد اور زبان و بیان سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟

ج: اردو زبان میں شائع ہونے والے بہت سے رسالے ہیں جن کے مواد، زبان و بیان اور طباعت وغیرہ پر اطمینان کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔

س: معاصر ادب اطفال سے آپ کس حد مطمئن ہیں؟

ج : کسی حد تک

س: بچوں کے لیے لکھتے ہوئے آج کے دور میں کن موضوعات پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے؟

ج : بچوں کے لیے لکھتے وقت خواہ کوئی بھی موضوع اپنائیں لیکن نئی نسلوں کو سنوارنے والی باتوں سے تحریریں خالی نہیں ہونی چاہیے۔

س: بچوں کی تعلیم تربیت کے لیے کچھ مفید تجاویز اور مشورے!

ج: بچوں کو بہادر اور مضبوط بنائیں، کمزور نکما اور کاہل نہ بنائیں۔ بے جا لاڈ پیار نہ کریں۔ اخلاقی قدروں پر زور دیں۔ انھیں پوری انسانیت کے لیے مفید بنانے کی ترکیبیں اپنائیں۔

س: ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' میں آپ کس نوع کی تبدیلی چاہتے ہیں؟

ج : ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' الحمد للہ معیاری ہے۔ رد و بدل کی گنجائش تو ہر جگہ ہوتی ہے۔

س: بچوں کے لیے آپ کو کوئی پیغام!

ج : درسی کتابوں کے علاوہ غیر درسی کتابوں سے اپنا رشتہ مضبوط کیجیے، بچوں کے رسالے، کہانیاں اور دیگر اچھی کتابیں پڑھا کیجیے۔ کتابیں بہترین دوست ہوتی ہیں، وہ آپ کی مدد کرتی ہیں، یہاں تک کہ درسی کتابوں کے سمجھنے میں بھی مددگار ہوتی ہیں۔ بس آپ اچھی کتابوں اور رسالوں کو اپنا اچھا ساتھی بنا لیجیے۔ یہ آپ کو مایوس نہیں ہونے دیں گی۔

■

Mohammad Arif Islahi
C/o Khan Clinic Building
Main Road Phoolpur، Azamgarh-276304 (UP)
Mob.:8004102426

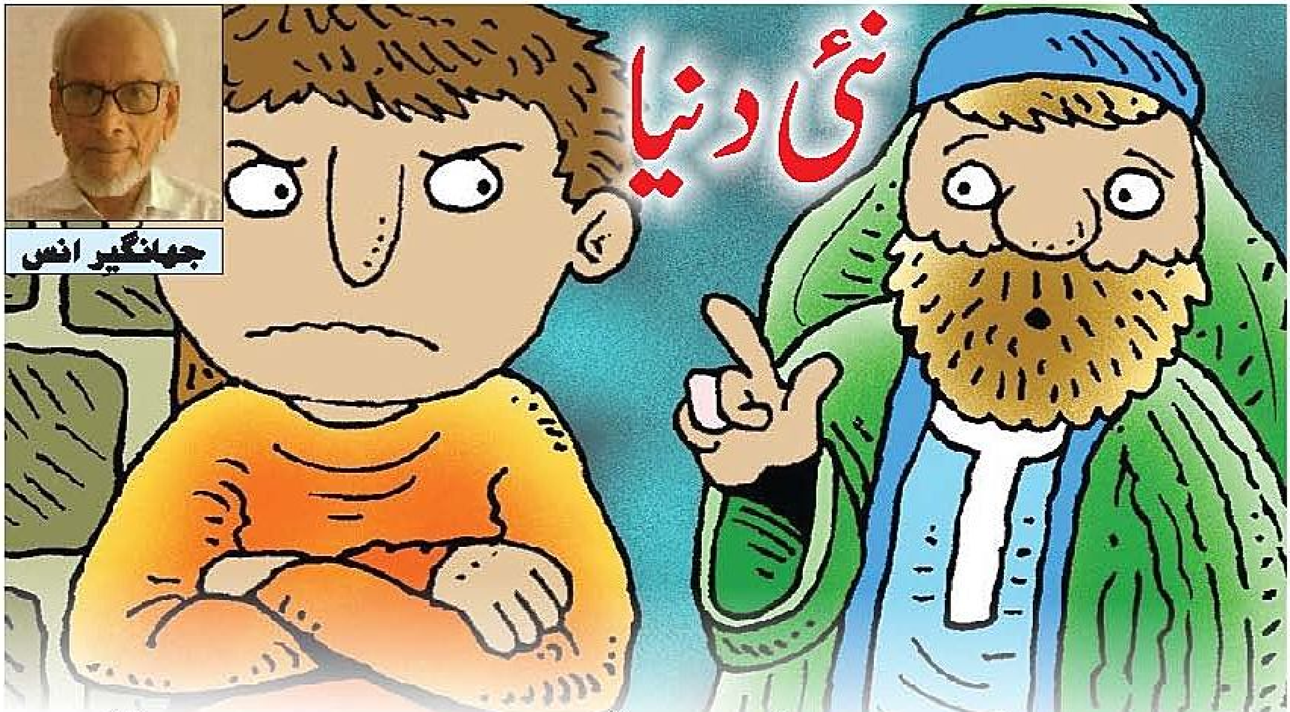

نئی دنیا

جہانگیر انس

وہ ایک عجیب وغریب پرندہ تھا۔ دس سالہ اسلم نے آج تک ایسا پرندہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس پرندے کو حیرت زدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں مقناطیس بن کر اس پرندے کے جسم پر چپک گئی تھیں۔ بہت کوششوں کے باوجود بھی اس کی آنکھیں اس پرندے پر سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ اس پرندے کا جسم گدھ سے کچھ بڑا اور بھاری تھا۔ پر لمبے اور سنہرے تھے جو مور کے پروں سے زیادہ خوش نما نظر آرہے تھے۔ پیر اتنے موٹے تھے کہ بھاری بھرکم پرندے کے جسم کے بوجھ کو آسانی سے سہارا دے سکیں۔ اس کے پنجے بڑے اور پھیلے ہوئے تھے۔ آنکھیں گدھ سے بڑی تھیں۔ ان کا رنگ نیلا تھا جن سے نیلی روشنی منعکس ہو رہی تھیں۔ چونچ گدھ کی چونچ کی طرح نوکیلی ہونے کی بجائے آگے سے چوکور تھی۔

اسلم اپنے والدین کا اکلوتا لڑکا ہے۔ اس کے والد حکیم احمد دبئی کی ایک تعمیراتی کمپنی میں پلمبرنگ کا کام کرتے ہیں۔ اسلم کے دادا کا تعلق ایک متوسط طبقہ سے تھا لیکن حالات نے انھیں مزدوری کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ انھوں نے تعلیم حاصل نہیں کی تھی اس لیے جسمانی محنت و مشقت کے ذریعے رزق حاصل کرتے رہے۔ وہ ایک صابر اور شاکر شخص تھے۔ جو مل گیا اس کو مقدر سمجھ لینے کے قائل تھے۔ وہ خود غیر تعلیم یافتہ تھے لیکن ہر باپ کی طرح ان کی بھی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا تعلیم حاصل کر کے کسی سرکاری آفس میں ملازم ہو جائے اور عزت کی زندگی بسر کرے۔ وہ مزدور تھے اس لیے جانتے تھے کہ مزدور کی زندگی کتنی مشکل اور ذلت آمیز ہوتی ہے۔ انھوں نے دن رات محنت کر کے کلیم احمد کو بی اے تک تعلیم دلائی۔

کلیم احمد نیک، محنتی اور ذہین ہی نہیں والدین کے فرماں بردار بھی تھے۔ بی اے پاس کرنے کے بعد وہ نہیں چاہتے تھے کہ والد پر بوجھ بن کر رہیں، والد بھی اب بوڑھے ہو چکے تھے اور اب ان سے زیادہ جسمانی محنت بھی نہیں ہو پاتی تھی۔ وہ نوکری کی تلاش میں مصروف ہو گئے لیکن کافی کوششوں کے باوجود کامیاب نہیں ہو سکے۔ جب انھیں احساس ہوا کہ نوکری حاصل کرنے کے لیے صرف سند اور صلاحیت کی ہی نہیں کچھ

اور چیزوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے، جو ان کے پاس نہیں ہیں تو انھوں نے دل پر پتھر رکھ کر پلمبرنگ کا کام سیکھا اور ایک ایجنٹ کے ذریعے دبئی چلے گئے اور وہاں کی ایک تعمیراتی کمپنی میں پلمبرنگ کا کام کرنے لگا۔

دو سال کے بعد کلیم احمد دو مہینے کی چھٹی ملنے پر گھر آئے تو والد نے ان کی شادی کر دی، والدہ پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو چکی تھیں۔ چھٹی ختم ہونے کے بعد دوبارہ دبئی گئے تو اس کے تین مہینے کے بعد ان کے والد کی موت ہو گئی۔ کافی کوششوں کے بعد وہ والد کا آخری دیدار نہیں کر سکے جس کا آج بھی انھیں غم ہے۔

اب کلیم احمد کی بیوی گھر میں اکیلی رہ گئی تھی لیکن انھیں اس بات کا یقین تھا کہ پڑوسی نیک اور شریف ہیں۔ وقت پر ایک دوسرے کے کام آنے والے ہیں۔ اچھے پڑوسی اللہ کی نعمت ہوتے ہیں۔

کلیم احمد دوبارہ گھر آئے تو اسلم ایک سال کا ہو چکا تھا۔ اسلم کے بعد انھیں کوئی دوسری اولاد نہیں ہوئی۔

وقت گزرتا رہا۔ کلیم احمد کا روزی حاصل کرنے کے لیے دبئی آنا جانا لگا رہا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسلم دس سال کا ہو گیا۔ بچوں کو ماں دلارتی ہے باپ سنوارتا ہے۔ اسلم دلارا گیا لیکن سنوارا نہیں گیا۔ باپ کو اسے سنوارنے کا موقع ہی نہیں ملا جس کا نتیجہ ہوا کہ وہ ضدی اور خودسر ہو گیا، جو دل میں آتا کرتا، ضد کر کے ماں سے ہر جائز ناجائز خواہش پوری کرا لیتا، کھانے میں سو طرح کے نخرے دکھاتا، گھر کے کھانے کے بجائے ہر وقت فاسٹ فوڈ کھاتا، دن رات موبائل دیکھتا رہتا، مار دھاڑ اور غیر اخلاقی موویز دیکھ کر اس کی نقل کرنے کی کوشش کرتا، چھوٹا موٹا نشہ بھی کرنے لگا تھا۔ ماں منع کرتی تو ماں کو آنکھیں دکھانے لگتا۔ والد دو سال پر گھر آتے جتنے دن گھر رہتے اسے سمجھانے کی کوشش کرتے رہتے۔ ان کے سامنے اپنی حرکتیں کم کر دیتا لیکن ان کے جانے کے بعد پھر پرانے راستے پر آ جاتا۔

اسلم کی آنکھیں اب بھی اس عجیب و غریب پرندے پر مرکوز تھیں۔ اب پرندہ بھی اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔ اسلم کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ بالکل مفلوج ہو چکا ہے۔ اس کے چہرے پر خوف کی لکیریں صاف نظر آ رہی تھیں۔ پرندہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا ”اے لڑکے، مجھ سے مت ڈرو، میں کوئی بلا یا عفریت نہیں ہوں، میں پرندے کی شکل میں انسانیت کا پیامبر ہوں، راہ بھٹک جانے والوں کے لیے راہبر ہوں، میرے قریب آؤ اور میری پشت پر بیٹھ جاؤ، میں تمھیں ایک نئی دنیا کی سیر کراؤں گا۔“

پرندے کی آواز کسی چھوٹے بچے کی آواز کی طرح تھی۔ پرندے کو انسانی آواز میں بولتا دیکھ کر اسلم کے ذہن کو ایک جھٹکا لگا۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے وہ اپنے آپ میں نہیں ہے۔ وہ اپنی مرضی سے اب کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے قدم خود بخود پرندے کی طرف بڑھنے لگے۔ جب وہ پرندے کے قریب پہنچا تو پرندے نے اپنے پروں کو پھیلا دیا۔ اب وہ ہیلی کاپٹر کا منی ماڈل نظر آنے لگا۔ اس کا یہ نیا روپ دیکھ کر اسلم ٹھٹک کر رہ گیا۔

اسلم کو ٹھٹکتے دیکھ کر پرندے نے کہا ”تم ایک نڈر اور بہادر لڑکے ہو، گھبراؤ اور ڈرو مت، میری پشت پر بیٹھ جاؤ۔“

اسلم اس کی پشت پر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ہی پرندے کے جسم میں حرکت ہوئی اور وہ اوپر اٹھنے لگا اور کچھ اونچائی پر جانے کے بعد وہ ایک مخصوص سمت میں پرواز کرنے لگا۔

اسلم کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ وہ ڈرا سہا پرندے کی پشت پر بیٹھا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ وہ ایک طرح سے بے ہوش ہو چکا تھا۔

اسلم کو جب ہوش آیا تو پرندہ ایک اجڑے دیار میں اتر چکا تھا۔ اس کے جسم میں حرکت محسوس کر کے پرندے نے کہا ”بیٹا، ہم اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں۔ میری پشت سے نیچے آجاؤ، تمھارے لیے یہ ایک نئی دنیا ہے۔ کچھ دیر آرام کرلو، ناشتہ کرلو، اس کے بعد میں تمھیں اس نئی دنیا کی سیر کراؤں گا اور پھر تمھیں تمھاری دنیا میں پہنچا دوں گا۔“

اسلم کے اندر کا خوف ابھی دور نہیں ہوا تھا، لیکن وہ پرندے کا حکم ماننے پر مجبور تھا۔ وہ دل کو مضبوط کر کے پرندے کی پشت سے نیچے آگیا اور آس پاس کے مناظر کا جائزہ لینے لگا۔ زمین پر جگہ جگہ گڈھے پڑے ہوئے تھے۔ کنویں اور تالاب خشک ہو چکے تھے، نہریں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر اپنی ہیئت بدل چکی تھیں، پانی کا کہیں نام ونشان بھی نہیں تھا۔ جگہ جگہ ریت اور مٹی کے انبار لگے ہوئے تھے۔ درخت سے پتے غائب تھے اور ٹہنیاں و ڈالیاں سوکھ چکی تھیں۔ چرند و پرند کا کہیں نام ونشان بھی نہیں تھا۔ ہر طرف ہُو کا عالم تھا۔ بڑی بڑی عمارتیں کھنڈر میں تبدیل ہو چکی تھیں۔

”لو، ناشتہ کرلو اور پانی پی لو، یہ چیزیں حاصل کرنے کے لیے مجھے لمبا سفر کرنا پڑا ہے، مہمان نوازی انسانیت کا بنیادی جز ہے“— پرندے کی آواز سن کر اسلم چونک کر پرندے کو دیکھنے لگا، وہ اس ویرانے مناظر کو دیکھنے میں اس قدر محو تھا کہ اس کے ذہن سے پرندے کا خیال نکل چکا تھا۔

جب وہ ناشتے سے فارغ ہوا تو پرندے نے کہا ”آؤ میں تمھیں نئی دنیا یعنی مستقبل کی دنیا کی سیر کراتا ہوں۔ یہ ویرانہ جو تم دیکھ رہے ہو کبھی یہ ایک بہت بڑا اور خوبصورت شہر تھا، لیکن انسانی ہوس ملک گیری نے اسے ویرانے میں تبدیل کردیا، زمین پر جو یہ گڈھے دیکھ رہے ہو یہ ان بموں کے نشانات ہیں جو اس شہر پر قبضہ کرنے کے لیے گرائے گئے تھے۔ یہ سوکھے کنویں اور تالاب، نہریں، درخت سبھی بموں سے ظاہر ہونے والے اثرات سے اس حال کو پہنچے ہیں۔ اگر انسان اسی طرح مذہب کے نام پر، برتری کے نام پر، زر و زمین کے نام پر لڑتے رہے تو ایک دن یہ پوری دنیا تباہ ہو جائے گی۔

بات کرتے کرتے وہ ایک ایسی عمارت کے پاس پہنچے جس کے اکثر حصے ٹوٹے ہوئے تھے لیکن ایک بڑا ہال اور چند کمرے محفوظ تھے۔ پرندہ اسلم کو عمارت کے اس محفوظ حصے میں لے گیا اور اندر کا نظارہ دیکھ کر اسلم کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس میں بہت سے نوجوان تھے جن کی حالت جانوروں سے بھی بدتر تھی۔ کسی کی آنکھیں نہیں تھیں تو کوئی سننے سے مجبور تھا، کوئی اتنا دبلا پتلا اور کمزور تھا کہ کھڑا ہونا تو دور بیٹھنے میں بھی تکلیف ہو رہی تھی، کوئی اتنا موٹا تھا کہ اس کا زمین سے اٹھنا محال تھا، کوئی مردہ کی طرح زمین پر پڑا ایک ٹک اوپر کی طرف دیکھ رہا تھا، کوئی کھانستے کھانستے بے حال تھا تو کوئی خون تھوک رہا تھا، کسی کا ہاتھ غائب تھا تو کسی کا پیر غائب تھا، کسی کا پورا جسم زخموں سے بھرا ہوا تھا، جو صحت مند نظر آرہے تھے وہ پاگلوں کی طرح حرکتیں کر رہے تھے...

پرندے نے اسلم سے پوچھا "بتا سکتے ہو کہ ان کی یہ حالت کیسے ہوئی ہے۔"

یہ منظر دیکھ کر اسلم کی زبان گنگ ہوگئی تھی، اس نے منھ سے کچھ کہنے کے بجائے نفی میں سر ہلا دیا۔

پرندے نے کہا یہ سب لوگ جب تمھاری طرح چھوٹے تھے تو اپنی من مانی کیا کرتے، بزرگوں کی نصیحتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیتے۔ گھریلو اور روایتی کھانوں کو کھانے میں سو طرح کے نخرے دکھاتے، دن رات فاسٹ فوڈ اور الم غلم کھاتے رہتے، دن رات موبائل میں فحش اور اخلاق سوز مووی دیکھتے اور اس کی نقل کرنے کی کوشش کرتے، بڑوں کی طرح نشہ کرتے، غرض کہ یہ تمام لوگ کسی نہ کسی برائی میں مبتلا رہتے تھے جس کا نتیجہ ہوا کہ جوان ہوتے ہوتے وہ اس حال کو پہنچ گئے، فطرت کے اصول کی خلاف ورزی کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ برے کام کا نتیجہ ہمیشہ برا ہوتا ہے۔ اگر آج بھی بچے اسی راہ پر چلتے رہے تو نئی دنیا کا یہی منظر ہوگا۔

اس دردناک منظر کو دیکھ کر اسلم کا سر چکرانے اور جی متلانے لگا تھا۔ اس پر غشی طاری ہونے لگی وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔

دھم کی آواز آئی اور اسلم کی آنکھ کھل گئی۔ وہ سوتے میں بستر سے گر پڑا تھا۔ اس نے کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑایا۔ اب نہ وہ پرندہ تھا اور نہ وہ بھیانک منظر۔ اس نے اپنی آنکھوں کو کئی دفعہ مسل مسل کر دیکھا لیکن اب اسے وہ منظر نظر نہیں آیا، اس نے اپنے سر کو کئی دفعہ جھٹکایا، بدن پر چیونٹی کاٹ کر دیکھا اور تب اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے کمرے میں ہے اور جو کچھ اس نے دیکھا تھا وہ ایک خواب تھا، لیکن یہ خواب اس کے لیے ایک بہت بڑا سبق تھا۔

اس دن کے بعد اسلم نے موبائل دیکھنا بند کر دیا، سگریٹ پینے اور نشہ آور چیزوں کو استعمال کرنے کی جو عادت پڑ گئی تھی۔ دھیرے دھیرے اسے بھی چھوڑ دیا۔ گھریلو کھانا کھانے میں نخرہ دکھانے اور فاسٹ فوڈ کی ضد کرنے کے بجائے ماں کے ہاتھوں کا پکایا کھانا شوق سے کھانے لگا، ماں کی ہر نصیحت پر دل و جان سے عمل کرنے کی کوشش کرتا۔ اس دفعہ اس کے والد چھٹی میں گھر آئے تو انھیں اس کی یہ بدلی ہوئی حالت دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ انھوں نے اسے بہت دعائیں دیں، اب اسلم برے لڑکوں کی صحبت سے دور رہتا ہے۔ خوب دل لگا کر پڑھتا ہے اور اپنے کلاس میں ہمیشہ اول آتا ہے۔

■

Jahangeer Uns
Rani Pur
Barharia - 841232
Siwan (Bihar)
Mob.: 9162357830

سلیم خان

بادشاہ ٹی ہاؤس

بادشاہ ٹی ہاؤس شہر فیض پور کا ایک مشہور ومعروف ہوٹل ہے۔ جو سبھاش چوک کی بائیں جانب ایک کھلے میدان میں واقع ہے۔ یوں تو یہ ہوٹل بھی یہاں کے عام ہوٹلوں کی طرح ٹین کے شیڈ کا بنا ہوا ہے، لیکن خوبصورت ماحول کی وجہ سے اسے خاص اہمیت حاصل ہے۔ ہوٹل کے پہلو میں گل مہر کا ایک چھتنار درخت ہے۔ جس کے نیچے بنے دائرے نما چبوترے پر خوش نما ٹائلس لگے ہیں۔ چبوترے سے ہوٹل تک کانکریٹ کا فرش ہے۔ جس پر میز اور کرسیاں سجی رہتی ہیں۔ سامنے کچھ ہی فاصلے پر ایک ہرا بھرا نیم کا پیڑ بھی ہے۔ گاہک جہاں چاہیں وہاں بیٹھ کر چائے منگواتے ہیں اور ان درختوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں میں دیر تک گپ شپ کرتے رہتے ہیں۔

یہاں زیادہ تر رکشا والے، گوڈی مزدور اور ٹیچرس آتے ہیں۔ میں اور رئیس سر بادشاہ ٹی ہاؤس پر ہی چائے پیا کرتے ہیں۔ نیم کے تنے سے ایک ناکارہ ہاتھ گاڑی لگی ہوئی ہے۔ اس کے پہیے خراب ہو چکے ہیں مگر تختہ اور چھت سلامت ہیں۔ ہم دونوں ریٹائرڈ سب سے الگ تھلگ دس گیارہ بجے سے دوپہر تک اسی گاڑی پر بیٹھتے ہیں۔ ہماری گفتگو کا اصل موضوع زبان وادب ہوتا ہے یا کبھی حالاتِ حاضرہ اور دینی سماجی مسائل پر بات ہوا کرتی ہے۔ جب دوست احباب مل جاتے ہیں تو بیٹھک لمبی ہو جاتی ہے اور چائے کے دو چار دور ہو جاتے ہیں۔

ہوٹل مالک بادشاہ تو بادشاہ کی طرح صرف حکم چلاتے ہیں۔ سارے کام ان کے بیٹے کرتے ہیں۔ واجد چائے بناتا ہے اور غلہ بھی سنبھالتا ہے۔ ساجد ویٹر کی ذمے داری نبھاتا ہے اور بڑا بیٹا ماجد نائٹ ڈیوٹی کرتا ہے۔ ان کے ساتھ صرف ایک لڑکا اعظم پارٹ ٹائم کام کرتا ہے۔

اعظم بہت تیز طرار ہے۔ باہر کے آرڈرس ہوں یا ہوٹل کی صاف صفائی۔ وہ ہر کام ایسی لگن سے کرتا ہے جیسے ہوٹل اس کا اپنا ہو۔ کام کرنے کے ساتھ ساتھ وہ بڑی باقاعدگی سے اسکول بھی جاتا ہے۔ اس کا رہن سہن ماڈرن ضرور ہے لیکن لب ولہجہ بڑا شائستہ وشگفتہ ہے۔ اس کے چہرے کی تازگی، آنکھوں کی چمک اور لمبے گھنے بالوں کے اسٹائل سے اس کی الماسی ذہانت چھلکتی ہے۔

اعظم کو رئیس سر کی مزاحیہ باتوں میں بڑا مزہ آتا ہے۔ وہ جب کبھی فرصت میں ہوتا ہے۔ سیدھا ہمارے پاس چلا آتا ہے۔ ایک روز جب وہ چائے لے کر آیا اور ہمارے پاس بیٹھ گیا تو رئیس سر اپنے موڈ میں آگئے۔ ”اعظم میاں کون سی جماعت میں پڑھتے ہو۔؟“

''جی سر، آٹھویں کلاس میں۔''

''تو پھر آج تمھارا آئی۔ کیو۔ ٹیسٹ لیتا ہوں۔ آر۔ یو۔ ریڈی۔!؟''

''یس سر، اوکے۔''

Sixty cups where puts on the table one fall them how many remain there.?

سکس ٹی کپس وھیر پٹس اون دی ٹیبل۔ ون فال دیم، ہاؤ مینی ریمین دیئر۔!؟''

(Fiftynine sir) ففٹی نائن سر!'' اعظم نے فوراً جواب دیا۔

(No,you are rong.only five) ''نو۔ یو آر رونگ۔ اونلی فائیو۔''

''نہیں سر، آپ نے Sixty سکسٹی کہا تھا، آپ چیٹنگ کررہے ہیں۔!!''

''بالکل صحیح اعتراض ہے اعظم۔'' میں نے اس کی پرزور حمایت کی۔

''اچھا ٹھیک ہے دوسرا سوال (What is the meaning of Aazam) وہاٹ از دی میننگ آف اعظم۔!؟''

اس نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ رئیس سر کی طرف دیکھا اور خالی گلاس اٹھا کر جاتے ہوئے بے نیازی سے کہا، ''ہوتے ہونگے بڑے، وڈے۔'' اور اس کے اس انداز پر رئیس سر اور میں ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔

اعظم جب بھی چائے لاتا ہم سے خوب باتیں کیا کرتا۔ ''سر آپ لوگ کل کیوں نہیں آئے تھے، ہمیں بقرعید کی تین روز چھٹی ہے۔ اس کے بعد ہمارا اسکالرشپ اگزام ہے۔'' وہ ہمیں اپنے حالات سناتا رہتا۔ کبھی کہتا، ''سر جی، بوتل بھر کے لادوں۔'' ہاں، رئیس سر دو بوتل پانی گھر سے لایا کرتے تھے۔ ایک اپنے لیے اور ایک میرے لیے۔ اور پھر ضرورت پڑنے پر ہوٹل سے بوتل بھر کے منگواتے رہتے۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ تمھیں کیسے پتہ چلا بوتلیں خالی ہیں۔؟''

''اجی سر، پل پل تو آپ پیپروں پر پانی ڈالتے رہتے ہیں، جیسے 'چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں'۔ ویسے، آپ کی بوتل میں پانی کہاں۔''

''ٹھیک ہے ٹھیک ہے، پانی کے ساتھ اب ہماری الوداعی چائے بھی لیتے آنا۔!''

ایک دن میں نے اس سے دریافت کیا، ''اعظم، ہوٹل میں کام کرنے کی وجہ سے تمھیں پڑھائی میں دقت آتی ہوگی؟''

''ہاں سر، اسکول جانے میں اکثر تاخیر ہوجاتی ہے، کبھی کھیل کود اور سیر و تفریح کے پروگرام بھی چھوٹ جاتے ہیں۔ مگر کام کرنا ضروری ہے۔ ابو کے انتقال کے بعد گھر کی ذمے داری امی کے سر آگئی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بھائی بہن ہیں۔ صرف امی کے سلائی سے گھر کا خرچ پورا نہیں ہوپاتا۔ سب ٹیچر میرے حالات سے واقف ہیں۔ وہ ہر معاملے میں میرا تعاون کیا کرتے ہیں۔'' اور اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ میں نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہا، ''حوصلہ رکھو بیٹا، اللہ رب العالمین ہے۔ سب ٹھیک ہوجائے گا۔''

اتوار کا دن تھا۔ اعظم اپنے بہت سے کام نمٹا کر ہمارے پاس آگیا۔ ''سر، آج آپ لوگ جلدی آگئے۔!''

''ہاں بیٹے، کچھ پھل اور سبزیاں گھر بھجوانی تھیں۔''

''تو پھر کہاں ہیں آپ کی تھیلیاں۔!؟'' اس نے ہاتھ کا پنجہ گھما کر سوال کیا۔

''ارے عقل مند، میرا پوتا ساتھ آیا تھا۔ وہ سب سامان لے گیا۔''

سر کے جواب پر اعظم کچھ جھینپ سا گیا۔ وہ ہوشیار ضرور تھا، مگر سر کے سامنے کبھی کبھی گڑبڑا جاتا تھا۔ پھر وہ مجھ

سے مخاطب ہوا،''سر، وہ سامنے گرما گرم بھجیے اور سموسے ہو رہے ہیں، لا دوں آپ لوگوں کو۔!؟''

''نہیں نہیں بیٹے، ہم لوگ ناشتہ کر آئے ہیں۔''

''ٹھیک ہے، تو پھر آج کی پہلی چائے میری طرف سے۔''

''یہ کس خوشی میں اعظم میاں۔!؟''

''ارے سر، اس کا رشتہ پکا ہو گیا ہے۔'' رئیس سر نے اس کی دل لگی کی۔

''آپ بھی کیا سر، بچوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔!'' اعظم نے شرماتے ہوئے کہا۔

''بیٹا اعظم، بچہ، بچہ نہیں ہوتا۔ انگریزی میں کہاوت ہے، (Child is the father of man) چائلڈ از دی فادر آف مین۔''

اسی اثنا میں اسے سفید بالوں والی بڑھیا آتی دکھائی دی اور وہ مسکرا کر دوڑتا ہوا چلا گیا۔

ہم کئی دنوں سے دیکھ رہے تھے۔ روئی کے گالے جیسے سفید گھنے بالوں والی بڑھیا کو دیکھتے ہی اعظم اس کے لیے فوراً چائے اور پانی لے جاتا ہے۔ دیکھنے میں وہ بھکارن سی لگتی ہے۔ مگر اعظم اس کے ساتھ بڑی اپنائیت سے پیش آتا ہے۔

اتوار کا دن تھا۔ سفید بالوں والی بڑھیا معمول کے مطابق چبوترے کی دیوار سے ٹیک لگا کر اپنی مخصوص جگہ بیٹھ گئی تھی۔ اعظم جب ڈیری سے دودھ لے کر لوٹا تو اسے دیکھ کر بڑھیا کا چہرہ کھِل اٹھا۔ وہ بدستور بڑھیا کے لیے چائے اور پانی لے گیا اور جب تک بڑھیا چائے پیتی رہی، اس کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتا رہا۔ انھیں دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ دادی پوتے ہوں۔

پھر جب وہ ہمارے لیے چائے لایا تو میں نے سنجیدگی سے پوچھا،''بیٹے اعظم، یہ بڑھیا کون ہے۔؟ تم اس کا بڑا خیال رکھتے ہو۔''

''سر وہ ہمارے پڑوس میں رہتی ہے، بے چاری بے سہارا ہے۔ ادھر بھیک مانگنے آتی ہے تو یہاں چائے پینے آجاتی ہے۔''

''چلو اچھا ہے، اس بہانے تمہارا سیٹھ کچھ نیکیاں بھی کما رہا ہے۔''

''نہیں نہیں سر، بڑھیا کی چائے کے پیسے واجد بھائی میری تنخواہ سے کاٹتے ہیں۔''

یہ سن کر ہمیں دھکا سا لگا اور ہم ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھتے رہ گئے۔ اسی اثنا میں سیٹھ کے پکارنے پر اعظم فوراً چلا گیا۔ رئیس سر اور میں اس بات پر کچھ دیر تک افسوس کرتے رہے۔ بے چارا غربت کا مارا اعظم اور بے بس بڑھیا۔!! اور ہم نے طے کیا کہ اب بڑھیا کی چائے کے پیسے ہم ادا کیا کریں گے۔

وقت معمول کے مطابق گزرتا رہا۔ ایک دن واجد ہمارے لیے چائے لایا۔ اس وقت وہ بڑھیا بھی چائے پینے آئی ہوئی تھی۔ اعظم شاید اسکول گیا ہوا تھا۔ میں نے آہستہ سے پوچھا''واجد میاں، اس بڑھیا کی چائے کے پیسے کون دیتا ہے۔؟'' میرے سوال پر وہ قدرے چونک پڑا۔ پھر بے پروائی سے بولا،''اسے اپنا اعظم چائے پلاتا ہے۔''

''اعظم۔!!؟''

''ہاں، شاید وہ بڑھیا اس کی کوئی رشتے دار ہے۔''

''اوہ، یہ بات ہے۔!''

''کیوں، کیا ہوا سر۔!؟''

''ارے بھائی، اعظم یتیم بچہ ہے اور بڑھیا بھی حالات کی ماری ہے۔ یہ لوگ تو ہماری محبت اور امداد کے مستحق ہیں۔ اب آئندہ بڑھیا کی چائے کے پیسے ہم دیا کریں گے۔ یہ

بات سن کر واجد کچھ بول نہ سکا۔ وہ نظریں جھکا کر خاموشی سے چلا گیا۔

دو روز بعد مہینہ مکمل ہو چکا تھا۔ میں نے واجد کو دو سو کا نوٹ دیتے ہوئے کہا، ''بڑھیا کی چائے کا بل بھی لے لو۔!''

کچھ بولے بغیر واجد نے صرف ہماری چائے کے پیسے نکالے اور باقی رقم واپس کردی۔

''یہ کیا، بڑھیا کی چائے کے پیسے...!!؟''

''نہیں سر، آپ لوگ رہنے دیجیے۔ بڑھیا کو میں اپنی طرف سے چائے پلایا کروں گا۔''

''ارے نہیں بھائی، ہمیں بھی کچھ بھلائی کرنے دو۔''

''جانے دیجیے سر، مجھے کیوں شرمندہ کر رہے ہیں اور یہ کہہ کر وہ فوراً لوٹ گیا۔ اس کی اس بات پر ہمیں دلی مسرت ہوئی۔

اگلے دن ہم معمول کے مطابق بادشاہ ٹی ہاؤس پر موجود تھے۔ رئیس سر کی آواز پر اعظم تیز قدموں سے چائے اور پانی لے آیا۔ آتے ہی اس نے بڑی گرم جوشی سے سلام کیا۔ ''سر، یہ چائے میری طرف سے ہے۔ پینی ہی پڑے گی۔!'' میں نے پوچھا، ''کیا کوئی خاص بات ہے اعظم میاں۔!؟''

''جی سر، آج مجھے تنخواہ ملی ہے اور واجد بھائی نے بڑھیا کی چائے کے پیسے بھی نہیں کاٹے۔ انھوں نے کہا، اب بڑھیا کو ہمیشہ بادشاہ ٹی ہاؤس کی طرف سے چائے ملا کرے گی۔''

اعظم کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا تھا۔

ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ہماری زبان سے ایک ساتھ نکلا، ''یہ ہوئی نا بات۔!!''

(تعارف مارچ 2021 کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

■

Saleem Khan Ismail Khan
Millat Nagar Faizpur- 425503
Distt:Jalgaon(Maharashtra)
khansaleem0313@gmail.com

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں 'بچوں کی دنیا' کا رکن سالانہ خریدار بننا چاہتا/چاہتی ہوں۔

100 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر.................. بتاریخ ....

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زر تعاون سالانہ -/100 روپے IFSC: CNRB0019009، A/C: 9009201004532 میں جمع کروادیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

فون:011-26109746 فیکس:011-26108159 , Email.: magazines@ncpul.in

دستخط

چندا ماما

محمد نجیب پاشا

محمد نجیب پاشا کا تعلق کولکاتا، مغربی بنگال سے ہے۔ ایم اے کی ڈگری انھوں نے کلکتہ یونیورسٹی سے حاصل کی ہے۔ ان کی شناخت بہ حیثیت افسانہ نگار ہے۔ بچوں کے لیے بھی انھوں نے کئی کہانیاں تحریر کی ہیں۔ ادب اطفال پر اب تک ان کی 60 سے زائد کہانیاں ہندوستان کے مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو چکی ہیں۔

"**تیرے** واسطے فلک سے میں چاند لاؤں گا" دل ہی دل میں گنگناتا ہوا یہ گانا میں اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا کہ آشی مجھے دیکھتے ہی بولی پھوپھا جان آ گئے، پھوپھا جان آ گئے اور پھر سارے بچے میری طرف دوڑ پڑے۔

کیا بات ہے بھئی! آج تم سب لوگ اکٹھے نظر آ رہے ہو۔

بھائی جان! آج چاند پر چندریان-3 کی لینڈنگ ہے اور ہم سب آپ کے کمپیوٹر سے یہ منظر دیکھنا چاہتے ہیں۔ فوزیہ بولی۔

اچھا! اچھا یہ بات ہے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہاں پھوپھا جان! چندا ماما کا گھر میں بھی دیکھوں گی۔ ننھی آشی نے معصومیت سے کہا۔

اچھا! آپ چندا ماما کا گھر دیکھیے گا۔ میں مسکرایا تو سارے بچے ہنس پڑے۔

ہاں پھوپھا جان! امی کہہ رہی تھیں کہ آج آپ کے کمپیوٹر کے ذریعے چندا ماما کا گھر دکھائی دے گا۔ آشی نے کہا۔

اچھا! چلو چندا ماما کا گھر دیکھتے ہیں، یہ کہتے ہوئے میں نے اسے گود میں اُٹھا لیا اور سارے بچے مسکراتے ہوئے میرے ساتھ چل پڑے۔

تھوڑی ہی دیر میں ہم سب کمپیوٹر کے قریب پہنچ گئے۔ میں نے کمپیوٹر کا بٹن آن کیا اور کچھ لمحے کے بعد کمپیوٹر کے

اسکرین پر چندریان-3 کی لینڈنگ کی خبریں آنے لگیں تو میں نے سبھوں کو مخاطب کر کے پوچھا آپ لوگ صرف چندریان سوم کی لینڈنگ دیکھنا چاہتے ہیں یا اس کے بارے میں کچھ جانتے بھی ہیں۔

ہاں بھائی جان! میں جانتا ہوں۔ ذیشان نے کہا۔

کیا جانتے ہو؟

یہی کہ چاند پر ہمارے ملک سے پہلے امریکہ، روس اور چین سافٹ لینڈنگ کر چکے ہیں اور اگر آج ہمارا ملک کامیاب ہوتا ہے تو یہ چوتھا ملک ہوگا۔

بالکل ٹھیک! اور کیا جانتے ہو؟ میں نے پوچھا۔

بھائی جان میں بتاؤں گی۔ نوشین جو سارے بچوں میں سب سے بڑی تھی بیچ میں بول پڑی۔

اچھا ٹھیک ہے! آپ ہی بتاؤ۔ میں نے اس کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

بھائی جان! جہاں تک میں جانتی ہوں، اسرو کے موجودہ چیئر مین ایس سومناتھ ہیں۔ اس مشن کے ڈائریکٹر موہن کمار و کرم سارا بھائی اسپیس سنٹر کے سینئر سائنسداں ہیں، وہ ویب انڈیا سیٹلائٹ ایل وی ایم تھری مشن کو کامیابی سے لانچ کر چکے ہیں۔ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔

بہت خوب! تمھاری معلومات تو بہت اچھی ہے۔ میں نے نوشین کی تعریف کی۔

اچھا یہ بتاؤ چندریان سوم کو کب لانچ کیا گیا تھا؟ میں نے کمپیوٹر میں موجود چندریان سوم کی تصویر کو زوم کرتے ہوئے کہا۔

بھائی جان! 14 رجولائی 2023 کو۔ اس بار عاطف بول پڑا۔

ویری گڈ! آپ لوگوں کو تو بہت ساری جانکاری ہے، اور کیا جانتے ہو؟ میں نے پوچھا۔

بس اتنا ہی۔ عاطف نے سر ہلا کر کہا اور ہم سب ہنس پڑے۔

بھائی جان! ہوائی جہاز چاند پر کیوں نہیں جا سکتا ہے؟ عمیرہ بول پڑی۔

بہت خوب! عمیرہ کا سوال بہت اچھا ہے، آپ لوگوں میں سے کون بتائے گا کہ ہوائی جہاز چاند پر کیوں نہیں جا سکتا ہے۔ میں نے پوچھا۔

نہیں معلوم بھائی جان! سبھوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

اچھا سنو! ہوائی جہاز چاند پر اس لیے نہیں جا سکتا ہے کیونکہ وہ صرف ہوا ہی میں اڑ سکتا ہے۔ یعنی زمین کی سطح سے تقریباً 10 کلومیٹر کی اونچائی تک اس کے بعد اسے بہت زیادہ طاقت کی ضرورت پڑتی ہے کیوں کہ زمین کی کشش کے خلاف اور بغیر ہوا کے اڑنا اس کے لیے ممکن نہیں ہے، یہ کام صرف ایک طاقتور راکٹ ہی کر سکتا ہے جو زمین کی کشش کے خلاف خلا میں پرواز کر سکے۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ اور کہتا کمپیوٹر کے اسکرین پر رپورٹروں کی شور شرابے کی آوازیں تیز ہو گئیں اور ہم سب دلچسپی سے چاند پر چندریان سوم کے لینڈر ماڈیول کے لینڈنگ کے عمل کا براہ راست ٹیلی کاسٹ دیکھنے لگے۔

ایک رپورٹر اپنے ہاتھ میں پکڑے مائیک پر کہہ رہا تھا۔

دوستو! آپ لوگوں کو یاد ہوگا کہ چندریان-3 سے پہلے ہمارے ملک کا چندریان 2 مشن 7 ستمبر 2019 کو چاند پر اترنے کے عمل کے دوران ناکام ہو گیا تھا کیوں کہ اس کا لینڈر 'وکرم' بریک سسٹم میں خرابی کی وجہ سے چاند کی سطح سے ٹکرا گیا تھا لیکن اس بار ہمارے سائنسداں اور تکنیکی ماہرین کافی محتاط ہیں اور انھیں پوری امید ہے کہ ہمارا چندریان-3 آسانی سے لینڈنگ کر لے گا۔

یہ 'لینڈر وِکرم' کیا چیز ہے؟ رپورٹر کی بات ختم ہوئی تو میں

نے بچوں سے سوال کر ڈالا۔

مجھے معلوم نہیں بھائی جان! آصف نے کہا۔

اچھا میں بتاتا ہوں! اتنا کہہ کر میں نے اسکرین کو زوم کیا۔

پھوپھا! چندا ماما، چندا ماما۔ آشی نے اسکرین پر نظر آنے والے چاند کی طرف اشارہ کیا۔

ارے ہاں! یہ تو آشی کا چندا ماما ہے، میں نے کہا اور سارے بچے کھل کھلا کر ہنس پڑے۔

پھر سبھوں کو مخاطب کر کے میں نے کہنا شروع کیا، جیسا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ خلائی مشن چندریان سوم 14/ جولائی 2023 کو کامیابی کے ساتھ خلائی سینٹر سٹیش دھون یعنی سری ہاری کوٹا سے داغا گیا تھا۔ اس خلائی جہاز میں سب سے اوپر ایک کیپسول میں ایک 'لینڈر وکرم' اور ایک پرگیان خود کار گاڑی سوار ہے۔ یہ وکرم لینڈ را اور پرگیان خود کار گاڑی سائنسی آلات سے لیس ہیں جس کی دیکھ بھال مہینوں سے ہمارے سائنسداں و تکنیکی ماہرین دن رات کر رہے ہیں۔ آپ لوگوں کو یہ بات یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ وکرم لینڈر اور پرگیان خود کار گاڑی جس کیپسول میں موجود ہے اسے پروپلون موڈ یول کا نام دیا گیا ہے جسے آپ خلائی جہاز چندریان سوم بھی کہہ سکتے ہیں۔ اتنا کہہ کر میں نے کمپیوٹر کے اسکرین سے نظر ہٹائی اور بچوں کی طرف دیکھا جو غور سے میری بات سن رہے تھے پھر میں نے کہنا شروع کیا' آپ لوگوں کو اس بات کی بھی جانکاری رکھنی ہے کہ اس چندریان تھری کا وزن 3900 کلوگرام ہے اور اس کی تیاری پر چھ ارب روپے لاگت آئی ہے۔ یہی نہیں چندریان تھری میں موجود چاند گاڑی کا نام اسرو کے بانی 'وکرم' سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس چاند گاڑی کا وزن 1500 کلو گرام ہے اور اس میں موجود پرگیان نامی روور 26 کلو کا ہے' یہ روور جسے پرگیان کہتے ہیں سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی دانشمندی کے ہیں۔

اچھا بھائی جان! چندریان سوم چاند پر جانے کے بعد کیا کرے گا؟ نیلوفر نے فوراً سوال کر ڈالا۔

ہاں بھائی جان! مجھے بھی بتائیں، چاند پر کیا ہوگا؟ عاطف نے بھی دلچسپی سے پوچھا۔

ہاں! ہاں بتاتا ہوں۔ میں نے ایک لمبی سانس لی پھر بولا۔

اس مرتبہ وکرم لینڈر پر چار سائنسی آلات نصب ہیں جو چاند کی سطح پر زلزلوں کا اثر، چاند کی سطح کی تھرمل خصوصیات، چاند کی سطح پر پلازما کی تبدیلیاں اور ایک غیر مزاحمی تجربہ۔ جو چاند اور ہماری زمین کے درمیان درست فاصلہ ناپے گا، چوتھا آلہ ناسا کا ہے اسی طرح 2 آلات، پرگیان خود کار گاڑی پر نصب ہیں۔ یہ 2 آلات چاند کی سطح میں کیمیائی اور معدنی ملاوٹوں کا مطالعہ کریں گے۔ ساتھ ہی ساتھ میگنیشیم، الومینیم اور لوہے جیسے عناصر کی چاند کی مٹی اور چٹانوں میں بھی پتہ لگائیں گے۔

اِس سے پہلے کہ میں کچھ اور کہتا کمپیوٹر کے اندر سے شور شرابے کی آوازیں آنے لگیں ہم سب چونک پڑے کیوں کہ چندریان سوم نے چاند کی سطح پر اپنا پہلا قدم 6 بج کر چار منٹ پر رکھ دیا تھا' کمپیوٹر سائنسدانوں کی تصویریں دکھا رہا تھا جن کے چہرے خوشی سے کھل اُٹھے تھے اور تالیوں کی گونج کے درمیان ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے، یہ منظر دیکھ کر سارے بچے بھی شور مچانے اور تالیاں بجانے لگے میں یہ سب دیکھ کر مسکرا پڑا۔

■

Najeeb Pasha
B-119, Nawab Wajid
Ali Shaha Road
Kolkata-700024 (West Bengal)
Mob.:6290479899

نیلوفر سعدیہ

احساس

"رافع...رافع...! سنو رافع میری بات سنو۔ عشرت بیگم اپنے بیٹے کو پکارتی ہوئی گھر کے گیٹ تک آئیں۔ وہ اپنا بیگ کندھے سے لٹکائے گیٹ سے باہر جا ہی رہا تھا کہ اپنی امی کی آواز پر رک گیا۔

"بیٹا ایسے دل چھوٹا مت کرو۔ تمھارے ابو نے بس اس لیے تمھیں ڈانٹا تاکہ تم اگلی دفعہ جلدی گھر آؤ۔ انھیں تمھاری فکر رہتی ہے جب تم دیر رات تک گھر نہیں آتے۔ وہ تمھاری راہ دیکھتے ہیں بیٹا۔

"میں کہیں یہاں وہاں نہیں گھومتا امی۔ اپنی ایکسٹرا کلاسز ختم ہونے کے بعد ٹیوشن کلاسز جاتا ہوں اور پھر وہاں سے اپنے دوست کے گھر جا کر امتحان کی تیاری کرتا ہوں۔ گھر آنے میں تھوڑی دیر ہو جاتی ہے۔ میں جان بوجھ کر تو لیٹ نہیں ہوتا۔" وہ سنجیدہ لہجے سے کہتا ہے۔

"ہاں بیٹا مگر تمھارے ابو کو چند روز سے زیادہ فکر رہتی ہے تمھاری۔ یہ جو چوریاں شہر بھر میں ہو رہی ہیں۔ ان تین چوروں نے جو خوف پیدا کیا ہے اس لیے تمھارے ابو تمھیں ڈانٹتے ہیں کہ تم جلدی گھر آیا کرو۔"

"میں چھوٹا نہیں ہوں امی، اٹھارہ سال کا ہو گیا ہوں۔ اپنی حفاظت خود کر سکتا ہوں۔ خیر، آپ میرے لیے پریشان نہ ہوں۔ میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔ اتنا کہہ کر وہ اللہ حافظ کہتا ہوا چلا گیا۔ اس کی امی مایوسی سے کچن کی طرف چلی گئی۔

گھر کے تمام بچے اسکول جانے کی تیاری کر رہے تھے اور تیار ہوتے ہوئے انابیہ نے عریش سے کہا "عریش بھیا کیا پولیس ان چوروں کو کبھی نہیں پکڑ پائے گی۔ کیا وہ ایسے ہی ہر رات لوگوں کے گھروں میں چوریاں کرتے رہیں گے۔"

"مجھے کیا پتہ انابیہ مجھے تو چوروں سے اتنا ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں کھیلنے نہیں جا رہا اور ویسے بھی ابو نے مغرب کے فوراً بعد گھر میں رہنے کا حکم دیا ہے۔"

"پھر رافع بھیا کیوں اتنی دیر سے گھر آتے ہیں انھیں ڈر نہیں لگتا ہے کیا؟" وہ معصومیت سے بولی تو عریش نے کہا۔

"وہ بڑے ہیں اس لیے انھیں ڈر نہیں لگتا۔ پر انھیں ڈرنا

چاہیے کیونکہ وہ چور بہت خطرناک ہیں۔ انھوں نے جن جن گھروں میں چوریاں کی ہیں ان گھروں کے افراد کو زخمی بھی کیا ہے۔ آج صبح ہی ابو اخبار پڑھ کر سنا رہے تھے کہ ان چوروں نے کسی کا سر زخمی کیا، کسی کا پیر توڑ دیا تو کسی کا ہاتھ توڑ دیا، ایک شخص جو انھیں اپنے گھر میں چوری کرتے دیکھ شور مچانے لگا اسے انھوں نے اتنا مارا کہ وہ اسپتال میں بھرتی ہیں۔'' انابیہ یہ سب سن کر خوف زدہ ہونے لگی تب ہی عشرت بیگم نے انھیں پکارا۔

''عریش، انابیہ اسکول کے لیے دیر ہو رہی ہے جلدی کرو۔''

''جی امی۔'' عریش نے بھی بلند آواز میں کہا اور دونوں تیار ہو کر اسکول چلے گئے۔

صحن میں بیٹھی عائشہ کالج کا پروجیکٹ کر رہی تھی، دادی اس کے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھیں، اسے کالج ناغہ کرتے دیکھ کر وہ بولیں ''تم کالج نہیں جا رہی عائشہ؟''

عائشہ اپنا کام روک کر بولی ''رافع بھیا مجھے لے کر ہی نہیں گئے۔ ابو نے صبح ڈانٹ دیا تو وہ خفا ہو کر چلے گئے اور مجھے بھول گئے۔ پتہ نہیں ان چوروں سے کب نجات ملے گی ہمارے شہر کو۔'' وہ افسوس ظاہر کرتی ہوئی بولی۔

''انھیں کی وجہ سے میں کالج نہیں جا سکی۔'' وہ اپنی تمام شکایتیں دادی کو سنا رہی تھی اور دوسری طرف عشرت اپنے بیٹے کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اگر آج بھی وہ دیر رات آیا تو اس کے ابو اسے پھر سے نہ ڈانٹ دیں۔

رات کے دس بج رہے تھے اور رافع اب تک نہیں آیا تھا۔ اس کا فون بھی بند تھا اور عشرت اسے بار بار فون کر رہی تھی۔

''کیا ہوا اب بھی فون بند ہی ہے تمھارے لاڈلے کا۔'' فیاض احمد شدید غصے میں تھے، عشرت بے حد خوف زدہ تھیں کہ اگر رافع آئے گا تو کیا ہوگا۔ وہ دل ہی دل میں دعا کرنے لگی کہ فیاض احمد کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے مگر ہر منٹ ان کا غصہ ٹھنڈا ہونے کی بجائے بڑھ رہا تھا۔ انتظار کرتے کرتے گیارہ بج گئے۔ فیاض احمد غصے سے اٹھے اور جا کر گیٹ پر تالا لگا دیا، عشرت اور دادی یہ سب دیکھ کر حیران ہو گئے۔

''یہ کیا کر رہے ہیں آپ... رافع ابھی آیا نہیں ہے۔ تالا کیوں لگا دیا آپ نے..'' عشرت گھبرا کر بولی۔

''نہیں آیا ہے اسی لیے تالا لگا دیا ہے... میرے گھر میں چوروں اور لاپرواہ لوگوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔'' فیاض احمد کے ایسا کہنے پر عشرت آنسو روک کر بولی۔

''اسے گھر کے باہر کیسے چھوڑ سکتے ہیں آپ خدا نہ کرے چوروں نے میرے بچے کو کچھ کر دیا تو۔''

''تو یہ بات تمھارے بچے کو نہیں پتا کہ باہر چور گھوم رہے ہیں۔''

وہ بات کر رہے تھے تبھی رافع گیٹ کے باہر سے آواز دے کر بولا ''امی... یہ تالا کیوں لگا دیا ہے'' رافع کی آواز سن کر عشرت بے قراری ہو کر فیاض احمد سے بولی ''تالا کھول دیجیے میرا بچہ باہر کھڑا ہے۔'' غصہ تو بے حد تھے مگر اولاد سے محبت اس سے زیادہ تھی، فیاض احمد نے چابی دے دی، عشرت نے تالا کھولا اور رافع کے اندر آتے ہی فیاض احمد نے اسے خوب ڈانٹا، ایک گھنٹے تک اسے بری طرح ڈانٹتے رہے مگر رافع کی زبان سے اُف تک نہ نکلی۔ اس نے اپنی صفائی تک نہ پیش کی۔ فیاض احمد جب اسے ڈانٹ کر اپنے کمرے میں چلے گئے تو رافع نے ایک نظر اپنی امی کو دیکھا۔ عشرت نے اسے پوچھا ''کہاں تھے تم رافع؟''

''دوست کے گھر پڑھ رہا تھا؟'' وہ سادگی سے بولا۔

''اتنی دیر تک؟'' عشرت نے پوچھا تو وہ کچھ لمحہ خاموش رہا پھر بولا ''میرے دوست سمیر کے گھر پر تھا۔ اس کا گھر ہمارے گھر سے بہت دور ہے، بائیک سے جانے میں ہی آدھا

گھنٹہ لگتا ہے۔ میری بائیک بیچ راہ میں خراب ہوگئی، میرا فون سوئچ آف ہوگیا، بائیک کو ساتھ لے کر اتنی دور سے پیدل آنے میں وقت تو لگتا ہے نا امی، راستے میں نہ کوئی بائیک نہ کوئی کار ملی جس سے میں مدد مانگ کر آتا۔‘‘ عشرت حیران ہوگئی اس کی باتیں سن کر۔

’’تو تم نے یہ سب اپنے ابو سے کیوں نہیں کہا۔‘‘ رافع چپ رہا اور کچھ دیر بعد بولا’’ ابو نے پوچھا ہی نہیں اور اگر خود سے بتاتا تو شاید بحث بڑھ جاتی اس لیے۔ آپ بعد میں انھیں بتا دینا۔ اتنا کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ عشرت نے تمام واقعہ رافع کی دادی کو بتایا پھر دونوں نے جا کر یہ ساری بات فیاض احمد سے کہی۔ فیاض احمد وہ سب سن کر حیران تو ہوئے مگر چہرے سے حیرانی ظاہر نہیں کی۔ اگلے روز صبح ناشتے کے وقت رافع خاموشی سے ناشتہ کر رہا تھا، فیاض احمد نے اسے دیکھ کر سپاٹ لہجے میں کہا۔

’’تم پڑھائی دوست کے گھر جا کر کرنے کے بجائے یہاں اپنے گھر پر کیوں نہیں کرتے۔‘‘ ان کی بات سن کر رافع رک گیا اور نظر اٹھائے بغیر بولا’’ ہم دونوں پڑھائی میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اس لیے پڑھنے میں آسانی ہوتی ہے اور بس امتحان ہونے تک جاؤں گا اس کے بعد نہیں جاؤں گا۔

’’تمھارے دل میں جو آئے وہ کرو۔ تم تو ٹھہرے اپنے مرضی کے مالک، بڑے ہوگئے ہو نا والد کی بات کیوں مانو گے۔‘‘

رافع حیرت زدہ رہ گیا۔’’ ابو یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ میں نے ایسا تو کچھ نہیں کیا کہ مجھے آپ اپنی مرضی کا مالک کہہ رہے ہیں۔ بس امتحان ہونے تک جاؤں گا پھر نہیں جاؤں گا۔‘‘ فیاض احمد اٹھ کھڑے ہوئے اور بنا کچھ کہے چلے گئے۔ رافع نے اپنی امی سے کہا’’ امی یہ تو غلط ہے نا۔ ابو نے بھی عریش، انابیہ اور عائشہ کے ساتھ اتنی سختی نہیں کی، پھر میرے ساتھ ہی کیوں۔ کیا میں اچھا لڑکا نہیں ہوں۔ کیا وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے؟

عشرت پریشان ہو کر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی ’’نہیں میرا بچہ ایسا نہیں ہے۔ وہ بس فکر کرتے ہیں تمھاری‘‘ رافع نے مایوسی سے سر جھکا لیا اور ناشتہ ادھورا چھوڑ کر اٹھ گیا۔

دادی وہ سب دیکھ کر بولیں ”ناشتہ کرلو بیٹا بھوکے پیٹ نہیں جاتے۔“ اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور اپنا بیگ کندھے پر لٹکا کر کالج کے لیے نکل ہی رہا تھا کہ عائشہ بولی ”بھیا مجھے بھی کالج چھوڑ دو۔ میں گھر لوٹتے وقت کسی دوست کے ساتھ آٹو میں آجاؤں گی۔“ عائشہ کی بات پر اس نے اثبات میں سر ہلایا اور اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ شام 5 بجے عائشہ اپنی دوست کے ساتھ گھر آ گئی، عریش اور انابیہ بھی اسکول سے گھر آ چکے تھے... رات ہونے لگی عشرت کی گھبراہٹ بڑھنے لگی، رات کے گیارہ بجے فیاض احمد غصے سے سرخ ہو چکے تھے کیونکہ رافع کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ فیاض احمد کا غصہ ڈر اور گھبراہٹ میں تبدیل ہوگیا، جب رات کے 2 بج گئے انھیں پتہ تھا رافع کبھی اتنی دیر رات کو گھر نہیں آتا، اس کا فون بند تھا۔ وہ بار بار فون کر رہے تھے اور اس کا فون بند ہوگیا تھا۔ ”خدا جانے یہ لڑکا کیوں اپنا فون بند رکھتا ہے“ عشرت بے حد گھبرانے لگی، تبھی فیاض احمد کے فون بجنے کی آواز آئی۔ فیاض احمد نے جھٹ سے فون اٹھایا اور کہا ”ہیلو....“ آگے سے فون پر جو بھی کہا گیا وہ سن کر فیاض احمد کے پیر تلے زمین کھسک گئی۔ عشرت بار بار پوچھنے لگی کہ کیا بات ہے مگر وہ خاموش تھے پھر خود کو سنبھال کر کہا۔ ”رافع اسپتال میں بھرتی ہے۔ اس کے دوست سمیر کے گھر چوری ہوئی، اس وقت سمیر کے والدین گھر پر نہیں تھے، یہ دونوں گھر پر اکیلے تھے اور اسی بات کا فائدہ اٹھایا چوروں نے... سمیر اور رافع پر ان چوروں نے حملہ کر دیا، سمیر ٹھیک ہے پر رافع کو زیادہ چوٹ آئی ہیں۔ بری طرح زخمی ہے میرا بیٹا... ابھی پولیس کا فون تھا انھوں نے ہی سب بتایا۔ عشرت اور باقی سب حیران رہ گئے۔ گھر کے تمام لوگ فوراً اسپتال کے لیے نکلے۔ رافع کو جب سر پر چوٹ لگی تو وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ جب اسے ہوش آیا تو سامنے اس نے صرف اپنے ابو کو دیکھا۔ اس کے آنکھیں کھولتے ہی وہ خوش ہو کر بولے ”میرا بیٹا اٹھ گیا۔ کیسی طبیعت ہے بیٹا؟ تکلیف تو نہیں ہو رہی؟ رافع بس چپ چاپ سا انھیں دیکھ رہا تھا۔ کافی دیر بعد وہ اپنے ابو سے بولا:

”ابو... مجھے لگتا تھا کہ آپ مجھ سے پیار ہی نہیں کرتے۔ ہمیشہ مجھ پر سختی دکھاتے اور ہر روز ڈانٹتے ہیں... مگر مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ میری اتنی فکر کرتے ہیں، میں غلط تھا، بہت غلط۔ مجھے آپ کی بات مان لینی چاہیے تھی۔ نہ میں سمیر کے گھر آتا نہ یہ سب ہوتا۔ سمیر کے والدین بھی اسی لیے شہر سے باہر گئے تھے کیونکہ میں سمیر کے ساتھ گھر پر تھا، انھیں واپس لوٹنے میں دیر ہوگئی اور تب تک چوروں نے گھر میں گھس کر مار پیٹ شروع کر دی۔ اس کی باتیں سن کر وہ بولے ”میں سختی تو کرتا ہوں بیٹا مگر تمھارے بھلے کے لیے، تمھاری فکر رہتی ہے، جب تم دیر تک نہیں آتے۔ بھلا کون اپنی اولاد سے محبت نہیں کرتا۔ میں بھی کرتا ہوں اور خوشی اس بات کی ہے کہ میرا بیٹا میری اتنی ڈانٹ پھٹکار پر کبھی اف تک نہیں کرتا۔ مجھے فخر ہے تم پر۔ رافع مسکرایا۔ آج اسے پتا چل گیا تھا کہ اس کے ابو کی ڈانٹ کے پیچھے ان کی فکر و محبت اور اس کی بہتری چھپی ہے۔ ہر والدین کو اپنے بچوں سے محبت ہوتی ہے۔ ان کے غصے میں ڈانٹ پھٹکار میں بھی پیار چھپا ہوتا ہے اور ہماری بہتری بھی۔ اس بات کا احساس رافع کو آج ہوا تھا اور ہر اولاد کو یہ احساس ہونا بے حد ضروری ہے۔

■

Nilofar Sadiya
Block No: 2/11, Classic Genrel Store
Labour Colony, Nanded
Waghala - 431602 (Maharashtra)
Mob.: 8855009520

جھوٹ کا انجام

شگفتہ بانو محمد صادق

ایک چھوٹا سا گاؤں جس کا نام بور گاؤں تھا۔ اس گاؤں میں عابد صاحب رہا کرتے تھے، جو پروفیسر تھے۔ ان کی بیوی سلطانہ بھی ٹیچر تھیں۔ بڑی بیٹی عذرا جس کی شادی ہو چکی ہے۔ چھوٹا بیٹا ہادی ابھی پانچویں جماعت کا طالب علم ہے۔ عابد صاحب اپنی بیٹی کی شادی ہو جانے کے بعد بے فکر ہو گئے لیکن انھیں ہادی کو پڑھا لکھا کر ایک اچھا انسان بنانے کی فکر تھی۔ ہادی بہت ہوشیار ہونے کے ساتھ ساتھ شرارتی بھی تھا۔ ایک دن ہادی کا اسکول جانے کا من نہیں تھا۔ اس دن وہ جلد نیند سے فارغ ہو گیا اور بستر پر لیٹے لیٹے ہی سوچ رہا تھا کہ امی جگانے آئیں، اس کے پہلے میں کچھ بہانہ سوچتا ہوں۔ امی کمرے کے باہر سے ہادی کو آواز دیتی ہے۔ ”ہادی بیٹا آج اسکول نہیں جانا ہے؟“ امی نے بڑے پیار سے جگاتے ہوئے کہا۔ کہنے لگا امی آج اسکول کی چھٹی ہے۔ ہادی اپنے منہ پر تکیہ رکھ لیتا ہے۔ امی کمرے میں داخل ہوتی ہے ”لیکن کیوں بیٹا؟“ اس نے جواب دیا کل پرنسپل صاحب کے ابو کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے آج اسکول کی چھٹی ہے۔

امی کہتی ہے کہ: تم نے کل بتایا نہیں؟ ہادی فوراً بولتا ہے مگر اساتذہ نے تو بتایا تھا کل چھٹی ہے۔ میرے پاس میرے دوست راحیل کا بھی فون آیا تھا۔ بتا رہا تھا کہ کل چھٹی ہے۔ سلطانہ سوچتی ہے کہ سچ ہی بول رہا ہوگا۔ پھر ہادی کو ہدایت کرتی ہے کہ جب ہم گھر لوٹ کر آئیں گے تب تک تم ورک مکمل کر لینا، کھانا کھا لینا اور ایک بات، گھر سے باہر مت جانا۔ امی کو ڈر تھا ہادی کے باہر کھیلنے سے اس کی صحبت پر برا اثر پڑے گا۔ ناشتے کا وقت ہے، سبھی لوگ ناشتے کے لیے میز پر آتے ہیں۔ ہادی بھی کمرے سے باہر آتا ہے۔ ہادی کو بغیر یونیفارم میں دیکھ کر اس کے ابو پوچھتے ہیں ”بیٹا آج اسکول نہیں جانا“ سلطانہ پورا واقعہ سناتی ہے۔ ہادی کے والدین اپنے اپنے اسکول کے لیے گھر میں تالا لگا کر چلے جاتے ہیں اور ہادی گھر کے اندر رہتا ہے۔ گاؤں کے وہ بچے جو اسکول نہیں جاتے تھے ہادی نے ان بچوں کو ایک دن پہلے کہہ دیا تھا کہ میں کل اسکول نہیں جاؤں گا۔ عابد صاحب اور سلطانہ کے جانے کے بعد بچے دروازے پر آئے۔ تالا دیکھ کر واپس جانے لگے۔ ہادی نے انھیں دیکھ لیا تھا۔ فوراً کھڑکی سے آواز لگائی ”میں اندر ہوں“ اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ تم تالا توڑ دو سب بہت کوشش کرتے ہیں، مگر انھیں کامیابی نہیں ملتی۔ پھر ہادی اندر سے کہتا ہے، تم سب جاؤ میں ہی کچھ کرتا ہوں۔ سب اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہیں۔ تبھی ہادی اندر سے آواز لگاتا ہے ”آگ آگ بچاؤ“ گھر میں آگ لگی ہے“ باہر کام کر رہے سبھی شخص دروازے کے قریب آتے ہیں۔ تالا توڑتے ہیں تو کوئی آگ نظر نہیں آتی ہے۔ ہادی کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر سب لوگ حیران ہو جاتے ہیں۔ ابھی تو اندر سے رونے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن یہ بچہ تو بہت خوش دکھائی دے رہا ہے۔ پھر ہادی کہتا ہے کہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ مجھے باہر جانا تھا۔ سب لوگ ہادی پر غصہ ہوتے ہیں اور اس

سے ناراض ہوتے ہیں۔ ہادی باہر کھیلنے چلا جاتا ہے۔ امی ابو کے واپس آنے کا وقت ہوتا ہے، تب تک ہادی گھر میں آکر اسکول کی کتابوں کا مطالعہ کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جب دونوں آکر دیکھتے ہیں کہ گھر میں تالا نہیں لگا ہے۔ ہادی گھر کے اندر ہی ہے۔ عابد صاحب اسکوٹر کھڑی کرتے ہیں۔ محلے کے لوگ بتاتے ہیں کہ آج تو آپ کے صاحب زادے نے حد کردی۔ عابد صاحب حیرت سے ”کیوں ایسا کیا کردیا ہمارے ہادی نے“ پھر پورا واقعہ سن کر وہ بہت پریشان ہو جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ہماری تربیت میں کیا کمی رہ گئی کہ ہادی نے گھر سے باہر جانے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا۔ گھر کے اندر جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ہادی اپنے روم میں قرآن شریف پڑھ رہا ہے اور ان کی زوجہ باورچی خانے کے کام میں مصروف ہے۔ پھر عابد صاحب سلطانہ کو اپنے کمرے میں بلاتے ہیں اور پورا واقعہ بتاتے ہیں۔ دونوں ہادی کے کمرے میں جاکر اس سے پیار سے پوچھتے ہیں کہ بیٹا ہادی آج آپ گھر سے باہر کیوں گئے تھے۔ وہ سوچتا ہے کہ شاید امی ابو کو معلوم نہیں ہے۔ سوچتے سوچتے جواب دیتا ہے کہ مجھے گھر میں اکیلے رہنے کی وجہ سے بہت ڈر لگ رہا تھا۔ اس لیے میں باہر چلا گیا۔ اس نے اپنے والدین سے ایک اور جھوٹ بولا یہ سن کر وہ ہادی سے بہت ناراض ہوئے۔ ہادی یہ نہیں سمجھ پارہا تھا کہ ایک سچ چھپانے کے لیے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ اس کے والدین ہادی کو بہت اچھے طریقے سے سمجھاتے ہیں۔ جھوٹ کی عادت چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے والوں کے لیے دردناک عذاب رکھا ہے، پھر بھی انسان اس قدر جھوٹ بولتا ہے... یہ سلسلہ ایک طویل زنجیر کی شکل اختیار کرتا جاتا ہے اور اسے خبر بھی نہیں ہوتی ہے۔ پھر وقت گزرتا چلا جاتا ہے اور ہادی کی جھوٹ بولنے کی عادت بھی کم ہو جاتی ہے۔ کئی دن بیت جانے کے بعد ایک روز کی بات ہے۔ اتوار کا دن تھا اور ہادی کی بڑی باجی عذرا کی ساس کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اس دن بارش بھی لگاتار ہو رہی تھی۔ اس کے والدین کو میت میں جانا بھی ضروری تھا۔ ادھر ہادی کو بہت تیز بخار تھا۔ ہادی کو گھر میں چھوڑ کر دونوں دروازہ بند کر کے چلے جاتے ہیں۔ وہ پلنگ پر لیٹا ہوا تھا کہ اچانک لائٹ چلی گئی اور اندھیرے میں بارش کی وجہ سے گھر میں سانپ آجاتا ہے پھر لائٹ آجاتی ہے تو ہادی کی نظر پلنگ کے نیچے کی جانب جاتی ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ وہاں ایک بڑا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔ اس پر نظر پڑتے ہی ہادی خوف زدہ ہو جاتا ہے اور روتے ہوئے چلانے لگتا ہے ”بچاؤ بچاؤ سانپ آگیا“ باہر کے لوگوں کو آواز تو سنائی دیتی ہے لیکن اس کی مدد کے لیے کوئی نہیں آتا کیونکہ ہادی نے پہلے بھی ایک مرتبہ جھوٹ کہا تھا اس وقت کا منظر سب کے سامنے آجاتا ہے اور ادھر ہادی کو سانپ کاٹ لیتا ہے۔ اللہ کے کرم سے اسی وقت عابد صاحب اور سلطانہ گھر میں داخل ہوتے ہیں، ہادی کو تڑپتا دیکھ کر فوراً اسپتال لے جاتے ہیں۔ وقت پر ہادی کا صحیح علاج ہونے سے اس کی جان بچ جاتی ہے۔ تینوں گلے لگتے ہیں، خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور عابد صاحب ہادی کو سمجھاتے ہیں کہ ”ہمیں جھوٹ سے پرہیز کرنا چاہیے نہ جانے زندگی میں کب کون سا وقت آن پڑے تب ہمارے سچ کو بھی جھوٹ ہی سمجھا جائے۔ اس لیے چاہے کچھ بھی ہو، ہمیں سچ ہی بولنا چاہیے کیونکہ جھوٹ مومن کی پہچان نہیں بلکہ منافق کی نشانی ہے۔“

■

Shagufta Bano Mohd Sadiq
Makan No.: 286, Naryal Wali Masjid ke Paas
Nematpura
Burhanpur - 450331 (MP)

امتحان میں چیٹنگ

حفظ الرحمن اعظمی

بہت دنوں کی بات ہے، افہم نامی ایک لڑکا لکھنؤ شہر میں اپنے والدین کے ساتھ ایک بوسیدہ مکان کے سایے میں خوشی خوشی زندگی بسر کر رہا تھا۔ وہ اپنے اسکول میں انتہائی ذہین سمجھا جاتا تھا کیونکہ پڑھائی کے علاوہ اس کو کسی کام میں دلچسپی نہیں تھی۔

نتیجتاً وہ اپنے والدین اور ٹیچرز کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔ ارحم نامی ایک لڑکا اس کا کلاس میٹ تھا۔ افہم اور ارحم کے درمیان گہری دوستی تھی، لیکن مزاج میں دونوں کے کافی فرق تھا۔ افہم کی تو بس کتابوں سے دوستی رہتی، جب کہ ارحم بہت ہی زیادہ شوخ مزاج اور چلبلا تھا۔ پڑھائی کے علاوہ اس کا ہر کام میں جی لگتا تھا۔ اس کے ذہن پر نئی نئی شرارتیں ہمہ وقت سوار رہتیں۔

ایک دن کلاس میں آتے ہی ٹیچر نے بچوں سے کہا:

بچو! کل انگلش کا ٹیسٹ ہونا ہے، اس کے لیے آپ لوگ خوب اچھی تیاری کر کے آئیے گا اور یہ یاد رکھیں جس کے بھی کم نمبر آئیں گے، اس کو پرنسپل کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ پرنسپل بہت سخت مزاج تھے اس لیے بچے ان کا سامنا کرنے سے بچتے تھے۔

بچوں کے درمیان آپس میں چہ می گوئیاں ہونے لگیں کہ پرنسپل کی ڈانٹ اور گوش مالی سے بچنے کے لیے تیاری تو ضرور کرنی پڑے گی۔

اسکول کی چھٹی ہوتے ہی افہم سیدھا گھر آیا۔ دوپہر کھانے کے بعد اپنے امتحان کی تیاری میں مصروف ہو گیا، حتیٰ کہ شام ہو گئی۔ افہم کے گھر کے دالان میں دادا جان کے ہاتھوں لگایا ہوا ایک بوڑھا پیپل کا درخت تھا، جس پر بلبل و مینا، فاختہ و گوریا بیٹھے چہچہا رہے تھے اور اپنے آقا کی تعریف میں مگن رہتے تھے۔ ارحم افہم کے گھر میں داخل ہوتا ہوا سیدھے اس کے کمرے تک آ پہنچا۔ علیک سلیک کے بعد کہنے لگا کہ ہمیشہ میں ہی تمھارے گھر آتا ہوں تم میرے گھر کب آؤ گے؟ میں یہاں تمھارے ساتھ پارک جانے کے لیے آیا ہوں۔

ارحم نے کہا کہ چلو پارک چلتے ہیں آج میرا دل گھومنے کو چاہ رہا ہے۔ افہم نے جواب دیا بھئی آج تو میں پارک نہیں جا سکتا، ابھی میرے دو چیپٹر پڑھنے کو باقی ہیں۔ تم بھی گھر جا کر پرنسپل کے ڈانٹ سے بچنے کے لیے تیاری کر لو۔

ارحم نے جھنجھلا کر کہا کہ یار پتہ ہے میں نے یہ چیپٹر یاد کرنے کی بہت کوشش کی مگر یاد نہیں ہوا۔

افہم نے کہا کہ اچھا ٹھیک ہے۔ تم جاؤ سیر و تفریح کرو، کل امتحان میں اپنی کاپی سے تم کو نقل کرا دوں گا۔

حسب وعدہ دونوں امتحان گاہ میں آزو بازو بیٹھ گئے۔

سوالیہ پرچہ ملتے ہی افہم نے جلدی سے سارے سوالات حل کر لیے اور پھر ارحم کو نقل کرانے میں بھی کامیاب ہو گیا۔

چند روز کے بعد رزلٹ آنے پر ارحم کو دس میں دس نمبر ملے۔ ٹیچر سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے کیونکہ ارحم تو پڑھنے میں بہت ہی کمزور ہے اور آئے دن تو اس کی نئی نئی شرارتیں سننے میں آتی رہتی ہیں۔

لہٰذا ٹیچر نے ایک چال چلی، بچوں سے کہا کہ اب آئندہ آپ لوگوں کا میتھ کا امتحان ہونا ہے، اس کو سنتے ہی ارحم سہم سا گیا لیکن اس کے دوست افہم نے اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ کوئی بات نہیں پھر ہم تمھیں چیٹنگ کرا دیں گے۔

میتھ کے امتحان میں ارحم اور افہم ایک دوسرے کے بازو میں بیٹھے ہی تھے کہ اچانک ٹیچر کی نگاہ ان دونوں پر پڑ گئی، قریب آکر ٹیچر نے ارحم سے کہا کہ تم یہاں سے اٹھو اور سونا کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ!

تبھی ارحم سرد لہجے میں ٹیچر سے کہنے لگا کہ ہم تو کل افہم کے پاس بیٹھے تھے لہٰذا ہم یہیں بہتر محسوس کر رہے ہیں۔

آخرکار ارحم کو استاد کا حکم ماننا پڑا۔

افہم تو محنتی تھا ہی، کوئی بھی سبجیکٹ ہو اس کو بآسانی حل کر لیا کرتا تھا۔

بیچارہ ارحم امتحان حال میں بیٹھا سوچتا رہا اور کسی بھی سوال کا جواب نہ لکھ سکا، مایوس ہو کر وہ امتحان ہال سے باہر نکل گیا۔

افہم کے باہر آتے ہی اس پر سخت غصہ ہوا اور کہا تم نے تو مجھے نقل کرانے کا وعدہ کیا تھا۔

''معاف کیجیے ارحم!'' افہم نے کہا۔

ٹیچر نے تو ہماری جگہ ہی تبدیل کروادی تھی، پھر کیسے یہ ممکن تھا؟

دونوں کے درمیان ہوتے شور کو سن کر ٹیچر بھی آگئے اور کہنے لگے کہ بیٹا ارحم! مجھے بخوبی معلوم ہے کہ تم ہمیشہ نقل کر کے امتحان میں پاس ہوتے ہو، اس لیے میں نے تمھاری جگہ تبدیل کی تھی۔ افہم سے کہیں زیادہ تمھیں پڑھنے کی ضرورت ہے کیونکہ علم ایک ایسی خوددار اور دولت مند شے ہے جو بغیر محنت کے ہاتھ نہیں آتی۔ اگر تم اس کے لیے اپنی پوری جان لگا دو پھر بھی وہ اپنا ایک حصہ ہی تمھیں عطا کرے گی۔

تم مجھے اپنا دشمن نہیں، بلکہ ایک اچھا دوست سمجھو!

کیونکہ اچھے دوست ہمیشہ اپنے دوستوں کو غلط کاموں سے روکتے ہیں، اور ان کی غلطیوں کو چھپاتے نہیں۔

لہٰذا میں استاذ کی شکل میں تمھارا ایک مخلص دوست ہوں، کہ میں نے تمھیں غلط راہ سے آگاہ کیا اور ناکامی سے پہلے تمھاری آنکھیں کھول دیں۔

■

Hifzurrahman Azmi
Nizamabad
Azamgarh- 276206 (UP)

جواب

1	روس	2	لال بہادر شاستری	3	11 کھلاڑی	4	گیگا بائٹ
5	WBC، (White Blood Cells)	6	نیروبی، کینیا	7	وٹامن کے	8	کرناٹک
9	سر سید احمد خاں	10	2012	11	مارک زکر برگ	12	2004
13	ممبئی	14	آٹھ	15	حیدرآباد	16	21 فروری
17	اے پی جے عبدالکلام	18	کیکٹس (Cactus)	19	کولکاتا	20	اونٹ

پروفیسر خالد سعید... بچوں کے شاعر

آفاق عالم صدیقی

خالد سعید نے بچوں کے لیے جو نظمیں لکھی ہیں ان میں سے کچھ بہت چھوٹے بچوں کے لیے ہیں تو کچھ بڑے بچوں کے لیے۔ ان کی نظم 'پیارے پیارے تارے' دیکھیے جو یقیناً چھوٹے بچوں کے موڈ اور مزاج سے مطابقت رکھتی ہے۔

پیارے پیارے تارے
آؤ پاس ہمارے
ہم تو کھیل رہے ہیں
تم کیوں دور کھڑے ہو
کھیلو ساتھ ہمارے
پیارے پیارے تارے
میرے پاس ہے چاکلیٹ
کیا ہے پاس تمہارے
بولو پیارے تارے
پیارے پیارے تارے
آؤ پاس ہمارے

آسمان پر جگمگاتے تارے ہمیشہ بچوں کے لیے پرکشش ہوتے ہیں، بچے ان کی چمک میں نہ جانے کیا دیکھتے ہیں کہ انھیں دیکھتے ہی کھل اٹھتے ہیں اور ان تک پہنچنے یا انھیں اپنے پاس لانے کی آرزو کرنے لگتے ہیں۔ تاروں کو ہم خوشی اور کامیابی کے استعارے یا علامت کے طور پر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ غالباً یہی چیز تاروں کی کشش کو آج تک برقرار رکھے ہوئی ہے۔

خالد سعید کو بچوں کی نفسیات کا علم ہے، چونکہ وہ استاد رہ چکے ہیں، اس لیے انھیں تدریس اور طریقۂ تدریس کی نزاکتوں کا بھی علم ہے۔ چنانچہ انھوں نے کئی نظمیں ایسی لکھی ہیں جو چھوٹے بچوں کی تعلیمی دلچسپی کے پیش نظر عمدہ نظمیں کہلانے کا حق رکھتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے نظم 'آؤ سیکھیں الف بے پے'۔

آؤ سیکھیں الف بے پے
الف بے پے تے ٹے ثے
بولو بچو ساتھ مرے

جیم چے حے خے

جیم چے حے خے

دال ڈال رے ڑے زے ژے

بولو بچو ساتھ مرے

ظاہر ہے کہ نرسری کلاس میں بچوں کو پڑھانے کے لیے یہ نظم ایک عمدہ وسیلے کے طور پر کام آئے گی اور بچے ہنسی خوشی حرف تہجی یاد کرلیں گے۔ بچوں کی نظموں میں مقصدیت کا پایا جانا عیب کی بات نہیں ہوتی ہے۔ ہاں مقصدیت پر زور ڈالنا عیب ہوتا ہے۔ کیونکہ بچوں کو کھیل کھیل میں نصیحت بھی کی جاسکتی ہے اور سبق بھی پڑھایا جاسکتا ہے مگر ان پر زور ڈال کر نصیحت کرنا یا سبق پڑھانا اسے بالکل بھی پسند نہیں آتا ہے۔ خالد سعید نے نہایت سادگی اور روانی سے بچوں کو حرف تہجی یاد کرانے کی کوشش کی ہے جو قابل تعریف ہے۔ ان کی بہت ساری نظمیں اپنی سادگی، سلاست اور معنی خیزی کی وجہ سے قابل توجہ ہیں۔ ان کی ایک نظم ہے 'علم کا اجالا' ملاحظہ فرمایئے۔

اک رات میں نے دیکھا

تھا آسماں پہ چندا

اطراف اس کے تارے

جگ مگ چمک رہے تھے

اس روشنی کے آگے

پھیکی تھی چاندنی بھی

آخر یہ بات کیا ہے

کیوں روشنی جدا ہے

آنگن میں ایک گھر کے

کچھ طفل پڑھ رہے تھے

بچے وہ پیارے پیارے

پڑھنے میں گم تھے سارے

چاروں طرف تھا ان کے

اک روشنی کا ہالہ

ہالہ وہ کچھ نہیں تھا

تھا علم کا اجالا

اس نظم کے ذریعے علم کی عظمت کا احساس دلایا گیا ہے۔ جہالت ایک تاریکی ہے اور علم اجالا ہے۔ تاریکی موت ہے اور روشنی زندگی ہے۔ زندگی کا راز علم میں مضمر ہے۔ اس لیے علم کی اہمیت کو جاننا اور سمجھنا بھی ایک نیکی ہے۔ سو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ نظم مقصدی پہلو رکھنے کے باوجود عمدہ اور دل نشیں ہے۔ کیونکہ براہ راست بچوں کو علم کی تلقین نہیں کی گئی ہے۔ خالد سعید کی نظم 'چور سپاہی' منظوم کہانی ہے جو دلچسپ اور سبق آموز ہے اسی طرح ان کی دوسری نظمیں بھی بچوں کی دلچسپی کا سامان مہیا کرنے میں پوری طرح کامیاب نظر آتی ہیں مثلاً آم ہیں کیا، ہیں رس کے غبارے، ہماری گھڑی، دیکھا ایک عجیب نگر، ایک تھا بھالو، ٹیلی ویژن، اپنی اپنی بولی اور 'اب کے سرما ایسا آیا' وغیرہ خالد سعید نے اپنی نظموں میں بچوں کی نفسیات، ان کی فطرت اور ان کے ذوق وشوق کا خوب خیال رکھا ہے اگر وہ ذرا توجہ دیتے تو بچوں کے لیے اور بھی بہت ساری عمدہ نظمیں ادب اطفال کو دے سکتے تھے۔ مگر افسوس کہ ریٹائرمنٹ کے بعد قدرت نے انھیں زیادہ وقت نہیں دیا اور وہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔

■

Dr. Afaq Alam Siddiqui
Zubaida Degree College, Jai Nagar
Shikaripur, Shemoga - 577427 (Karnataka)
Mob.: 9945462187

انصاری حفیظ الرحمن

تاریخی عمارتیں

بلند دروازہ

تعمیر کی وجہ: اکبرِ اعظم خاندانِ مغلیہ کے سب سے اہم بادشاہ مانے جاتے ہیں۔ ان کی پیدائش 15.10.1542 کی ہے۔ انھوں نے دہلی، آگرہ، فتح پور سیکری، امبر، اطراف واکناف میں 49 برسوں تک حکومت کی۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ انھوں نے گجرات پر قابلِ ذکر فتح حاصل کی۔ گجرات فتح کی خوشی میں آپ نے فتح پور سیکری میں بلند دروازہ اور آس پاس کی شاہی عمارتیں اور محلات تعمیر کروائے تھے۔ بلند دروازہ کی تعمیر 1575 میں ہوئی۔ اس پورے Campus کی تعمیر میں تقریباً 12 سال لگے تھے۔ سرخ پتھروں اور اینٹوں سے یہ سارا علاقہ لالہ زار نظر آتا ہے۔

بلند دروازہ سطح زمین سے 54 میٹر بلند (تقریباً 180 فٹ) ہے۔ اس اونچائی تک کوئی کثیر منزلہ بلڈنگ ہی جاسکتی ہے۔ 42 سنگی سیڑھیاں چڑھ کر بلند دروازے تک جاسکتے ہیں۔ اس کا صحن X130M میٹر 165 ہے یعنی فٹ میں 54'5x39'0 مربع فٹ ہے۔

حضرت سلیم چشتی کا مزار

سلسلۂ چشتیہ کے ایک اہم صوفی و سنت گزرے ہیں۔ آپ کا عرصہ حیات 1478 سے 1572 تک ہے یعنی 94 سال تک آپ اپنے فیوض و برکات سے نوازتے رہے۔ اکبرِ اعظم کی تاجپوشی 1556 میں ہوئی تھی۔ آپ نے اکبرِ اعظم کے دورِ حکومت کے پرامن 16 سال بھی دیکھے تھے۔

1572-73 میں اکبرِ اعظم نے گجرات کو فتح کرلیا تھا۔ اس وقت تک آگرہ کی جگہ فتح پور سیکری آپ کا دارالخلافہ بن چکا تھا، چنانچہ آپ نے فتح پور سیکری میں تقریباً ڈھائی لاکھ مربع فٹ میں بلند دروازہ اور دیگر مساجد و شاہی محلات تعمیر کروائے تھے۔ اس دوران بادشاہ نے سلیم چشتی کے مقبرہ (1580-81) کی تعمیر اپنی تمام تر صلاحیتیں لگادی تھیں۔

بادشاہ سلامت سلیم چشتی کے صفِ اول کے معتقدین میں شمار ہوتے تھے۔ اولاد کی خواہش میں ایک سخت موسم میں ننگے پیروں چل کر آستانے پر حاضری لگائی تھی۔ اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے جودھابائی کے گھر جہانگیر پیدا ہوئے۔ سلیم چشتی کے اسمِ مبارک سے متاثر ہوکر بادشاہ جہانگیر کو شہزادہ سلیم کہا جانے لگا تھا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ سلیم چشتی کی ایک بیٹی شہزادہ سلیم کی رضاعی ماں بھی تھیں۔

مقبرہ اعلیٰ و نفیس قسم کے سنگِ مرمر سے تعمیر کیا گیا ہے۔

خوبصورت نقش ونگار سے مزین سنگ مرمر کی باریک جالیاں اور کلام پاک کی نفاست سے خطاطیاں مقبرے کو لازوال حسن عطا کرتی ہیں۔

جامع مسجد: اس کی تعمیر 16ویں صدی کی ہے۔ ان دنوں اکبر اعظم نے اپنا دارالخلافہ آگرہ سے فتح پور سیکری منتقل کروالیا تھا۔ حضرت سلیم چشتی کی خواہش پر بلند دروازہ کے وسیع کیمپس میں آپ نے یہ مسجد تعمیر کروائی تھی۔ مسجد اور دیگر تعمیرات ایک پہاڑ پر قائم ہیں۔ مسجد میں معتقدین اور نمازیوں کے لیے سرائے مہمان خانہ اور خانقاہوں کا باقاعدہ نظم کیا گیا تھا۔ مسجد کی جنوبی فصیل سے لگ کر ایک باؤلی موجود ہے۔ اس کا فن تعمیر آگرہ فورٹ میں تعمیر کردہ (بابر اعظم کے ذریعے) زینہ والی باؤلی (کنواں) سے مستعار لیا گیا ہے۔ مسجد میں 3 عظیم الشان دروازے، جن کی نقاشی کو دیکھ کر تعریف کیے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔ شمالی دروازہ رائل خاندان کے لیے مخصوص تھا۔ شمالی اور جنوبی دروازے تعمیری لحاظ سے یکساں ہیں۔ بڑے بڑے دالانوں اور محرابوں کی خوبصورتی بھی بے مثال ہے۔ مسجد کے مرکزی ہال کی وسعت X20 میٹر 89 ہے۔ اس مرکزی ہال میں موزائک اور دیگر خوبصورت ٹائل کا فرش ہے۔ اگر مرکزی ہال کلی طور سے بھر جائے تو 2500 سے 3000 نمازی آرام سے نماز ادا کرسکتے ہیں۔ بعض جگہ فرش پر قیمتی اور جاذب نظر مکرانہ ٹائلز کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔ مسجد کے احاطے میں بڑی بڑی پانی کی زیرزمین ٹنکیاں ہیں جو 24 گھنٹے پانی کو رواں رکھتی ہیں۔ وضو کے لیے وسیع حوض بھی موجود ہے۔ آج بھی وہاں نماز ہوتی ہے۔

مسجد کی چھت پر 2 بڑے اور 2 چھوٹے گنبد ہیں۔ اندرونی حصے میں شاہی خاندان کی خواتین کا خوبصورت گیلری میں انتظام کیا گیا تھا۔ شاہی خاندان کے افراد، منصب دار اور وزرا Imperial Gate سے مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ اس گیسٹ سے عام انسان نہیں گزر سکتے تھے۔

مثمن برج (ہشت پہلوی عمارت)

جہاں گیری، اکبری اور شاہ جہانی محلات: مختلف قبائلی اور بیرونی حملہ آوروں کے حملوں اور قدرتی آفات نے اکبری محل کو اب صرف آثار کی ہی صورت میں باقی رکھا ہے۔ جہاں گیری محل کو کم نقصانات کے ساتھ دیکھا جاسکتا ہے۔ جہانگیری محل کے صدر دروازہ سے لگ کر ایک وسیع چبوترے پر بادشاہ جہانگیر کا غسل کا پیالہ (King's bathing bowl) یعنی بادشاہ سلامت کا غسل خانہ تھا۔ اکبر اعظم کے زمانے سے ہی یہاں تقریباً 500 خادماؤں، باندیوں اور کنیزوں کے لیے خوبصورت اور وسیع زنانخانہ تعمیر ہوچکا تھا جسے عام زبان میں 'حرم' کہتے تھے۔ جہانگیری محل میں شاہزادہ جہانگیر کا بچپن گزرا ہے۔ سرخ پتھروں سے بنا یہ محل مغل آرٹ کا بہترین نمونہ بھی ہے۔

شاہ جہانی محل اور غزنی دروازہ: شاہ جہانی محل بادشاہ شاہ جہاں ممتاز محل اور دو شہزادیوں روشن آرا اور جہاں آرا کے رہائشی محل اور استراحتی کمروں کے بطور عرصہ تک استعمال ہوتا رہا ہے، اسے لوگ خاص محل کے نام سے بھی جانتے ہیں، محل میں داخلہ سے پہلے ½6 فٹ اونچا اور ½11 فٹ چوڑا صندل کی لکڑی کا 'غزنی دروازہ' ہے۔

■

Ansari Hafeezu r Rahman
Sur. No: 76, PL No: 55
Ansar Colony (Naya Pura Ward), Malegaon
Distt: Nasik - 423203 (Maharashtra)
Mob.: 9271377399

شاداب شمیم

ڈر کے آگے جیت ہے

اسکولوں کے نصابوں، کتابوں اور ہوم ورک کلچر نے بچوں سے ان کا بچپن چھین لیا ہے، بچے اسکول میں پڑھنے سے زیادہ گھر میں ہوم ورک کرتے ہیں، اور پھر ہوم ٹیوشن اور کوچنگ وغیرہ سے ان کو اتنا وقت ہی نہیں ملتا کہ وہ اسکولی کتابوں سے الگ دوسری کتابیں پڑھیں، بچوں پر امتحان کا پریشر، اچھے نمبر لانے کا پریشر، والدین کی امیدوں پر کھرا اترنے کا پریشر، پڑوسی اور رشتے داروں کے لعن طعن کا پریشر ہر وقت ان کے دل ودماغ پر چھایا رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی اصل زندگی اور بچپن سے محروم ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ بچوں کی ذہنی وجسمانی نشوونما کے لیے کھیلنا کودنا اور دیگر تفریحی چیزوں کا مطالعہ کرنا از حد ضروری ہے، ہلکی پھلکی اخلاقی واصلاحی کہانیاں بچوں کی تربیت کے لیے نہایت اہم ہیں۔ یہ سائنس وٹیکنالوجی کا دور ہے، بچوں کو ہم جس طرح کا ماحول فراہم کریں گے بچے ویسے ہی بنیں گے، وہ ویسا ہی رزلٹ ہمیں دیں گے تو اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم کس طرح بچوں کی نشوونما اور ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام واہتمام کرتے ہیں۔

'ڈر کے آگے جیت ہے' محمد فروغ جعفری کی کتاب ہے جسے انھوں نے بچوں کے لیے ناولٹ کی شکل میں تحریر کیا ہے، اس کتاب پر گفتگو سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ناول اور ناولٹ کے فرق کو واضح کردیا جائے تاکہ بچوں کے لیے اسے سمجھنا آسان ہوجائے۔ ناول اردو کی مشہور ومعروف صنف ادب ہے اور ناول کی تعریف عام طور پر اس طرح کی جاتی ہے کہ ناول ایک نثری قصہ ہے جس میں ایک پوری زندگی کو مختلف کردار و واقعات، زبان وبیان اور منظرنگاری کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے، ڈپٹی نذیر احمد پہلے ناول نگار ہیں اور ان کی کتاب 'مراۃ العروس' اردو کا پہلا باضابطہ ناول ہے۔ بیسویں صدی میں اس صنف نے ترقی کے منازل طے کیے، پنڈت رتن ناتھ سرشار، عبدالحلیم شرر، مرزا ہادی رسوا، پریم چند اور قرۃ العین حیدر وغیرہ نے اس صنف کو عروج بخشا اور مختلف موضوعات پر ناول تحریر کیے۔ ناولٹ کو ناولچہ بھی کہا جاتا ہے، ناول کے مقابلے میں یہ مختصر ہوتا ہے لیکن افسانہ سے بڑا ہوتا ہے، ناولٹ میں بھی کہانی کا ہونا ضروری ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ اس میں بیان کی گئی کہانی ایک ہی واقعے کے گرد گھومتی ہے، ناولٹ میں کرداروں کی کثرت نہیں ہوتی ہے اور اس کا زمانی پس منظر بھی مختصر ہوتا ہے، سجاد ظہیر، راجندر سنگھ بیدی، عصمت چغتائی اور انتظار حسین نے ناولٹ تحریر کیے ہیں اور ان کے ناولٹ کو مقبولیت بھی حاصل ہوئی ہے۔

فروغ جعفری کا ناولٹ 'ڈر کے آگے جیت ہے' بچوں میں جرأت وہمت پیدا کرنے والا ناولٹ ہے، اس میں بیان کردہ کہانی سے بچوں میں ہمت وحوصلہ پیدا ہوگا، جیسا کہ اس ناولٹ کے نام سے ہی ظاہر ہے، ڈر اور خوف کی وجہ سے بچے بہت سے وہ کام بھی نہیں کرتے جنھیں کرنے کا ان کا شوق ہوتا

ہے، جیسے کہ ہوائی جہاز کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھنا ہر ایک کو پسند ہے لیکن جہاز پر سوار ہونے کا خوف اکثر بچوں پر طاری رہتا ہے۔ ابتدائیہ میں مصنف لکھتے ہیں ”زیرِ نظر کہانیوں کے مجموعے میں میرے کردار ایسے بچے ہیں جو اپنے ڈر پر قابو پا کر کئی کارنامے انجام دیتے ہیں میری کہانیوں کا مقصد بھی یہی ہے کہ بچوں کے اندر اخلاقی جرأت و ہمت پیدا ہو اور لایعنی خوف سے نجات پا سکیں۔ وہ اپنی زندگی کے تئیں صحیح فیصلے لے سکیں اور ایک کامیاب انسان بن کر زندگی گزاریں“۔ مصنف کے اس اقتباس سے ان کے ناولٹ لکھنے کا مقصد واضح ہو جاتا ہے، اور حقیقت بھی ہے کہ بچوں کی ہر ممکن اور حتی الامکان حوصلہ افزائی کرنی چاہیے، اور قدم قدم پر ان کی صحیح رہنمائی بھی ضروری ہے، اس لیے کہ بچے ملک و قوم کا سرمایہ ہیں، آج کے یہی بچے کل ملک کی رہنمائی کریں گے اور سربلندی اور فخر کا باعث بنیں گے۔

اس ناولٹ میں جو کہانی بیان کی گئی ہے وہ باہم مربوط اور گتھی ہوئی ہے، کہنے کو یہ ایک ہی کہانی ہے لیکن اس کو مصنف نے بڑی خوبصورتی سے الگ الگ کہانیوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اسے ایک نشست میں بھی پڑھ سکتے ہیں اور الگ الگ وقت میں بھی اس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے، اس لیے کہ مصنف نے بڑی ہنرمندی سے ایک کہانی کو اٹھارہ کہانیوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ کہانی کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے ’تو یہ رہا بچو آپ کا ایئرپورٹ‘ زویا کے والد نے جیسے ہی ان لوگوں سے ایئرپورٹ کا ذکر کیا تو بچے بڑے غور سے ایئرپورٹ کو دیکھنے لگے، مقصود صاحب اس وقت بچوں کو ایک تعمیر شدہ فلائی اوور سے ایئرپورٹ لے کر جا رہے تھے، فلائی اوور سے جیسے ہی ایئرپورٹ پر ان کی نظر گئی تو انھوں نے بچوں کو ایئرپورٹ دکھایا، زویا ایئرپورٹ کا نام سن کر چونک گئی اور ایئرپورٹ کو

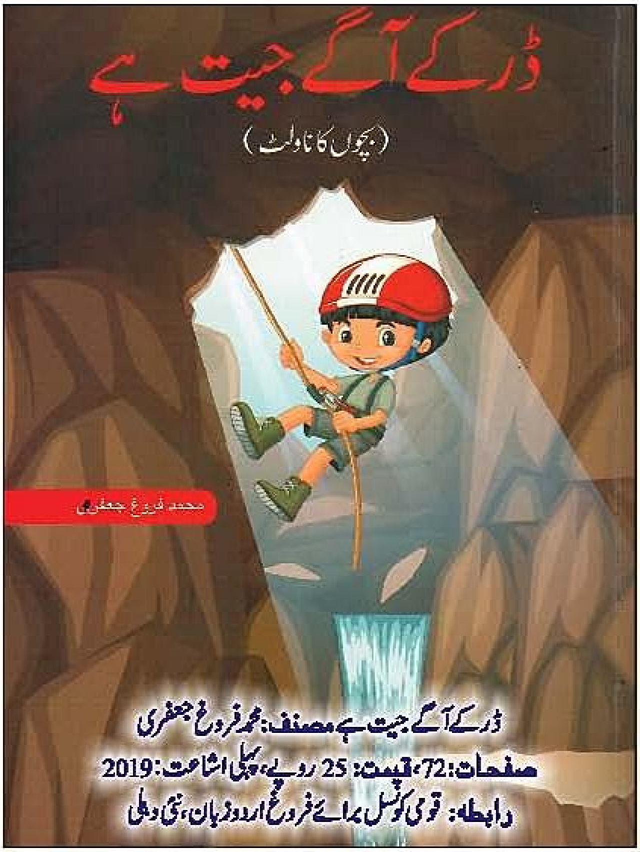

حسرت بھری نگاہ سے دیکھنے لگی، اس سے پہلے اس نے یا تو والدین سے اس کے متعلق سنا تھا یا پھر کتابوں میں پڑھا تھا، ایئرپورٹ کے حفاظتی انتظامات وغیرہ کو دیکھ کر زویا، ریحان، سلمان اور فائزہ حیرت زدہ تھے، انھوں نے قریب سے پہلی بار جہاز کو دیکھا، یہ لوگ ممبئی سے گوا جا رہے تھے، جہاز کا پہلا سفر عام طور پر ہر ایک کے لیے بہت یادگار ہوتا ہے، ہوا میں اڑنا کسے پسند نہیں، ہم جب زمین سے جہاز کو آسمان میں اڑتے ہوئے دیکھتے ہیں تو جہاز ایک چھوٹی سی چڑیا کی طرح دکھائی دیتا ہے، لیکن جب ہم جہاز کو قریب سے دیکھتے ہیں تو یہ ایک بڑی بس سے بھی زیادہ بڑا معلوم ہوتا ہے۔ ایئرپورٹ میں داخل ہونے کے بعد جہاز پر سوار ہونے تک کے مراحل کو سلسلے وار طریقے سے بیان کیا گیا ہے، اور ہر مرحلے پر بچے جس خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں اس کو بھی بہت ہی خوب صورتی سے بیان کیا گیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف ہاتھ پکڑ کر بچے کو جہاز پر سوار کر رہے ہیں۔

اس ناولٹ کا اگلا حصہ بھی بے حد دلچسپ اور معلوماتی ہے، اس حصے میں نہرو سائنس سینٹر کے متعلق بیان کیا گیا ہے، اسکول میں پڑھائی کے علاوہ بہت سی غیر نصابی سرگرمیاں بھی چلتی رہتی ہیں، جب موسم خوش گوار ہوتا ہے تو اسکول کے ذمے داران بچوں کو مختلف جگہوں پر سیر و تفریح کے لیے لے جاتے ہیں، تاکہ بچے تعلیم کے ساتھ ساتھ دوسری چیزوں کو بھی بآسانی سمجھ سکیں، ذویا اور فائزہ بھی اپنی کلاس کے دوسرے بچوں کے ساتھ نہرو سائنس سینٹر سیر کے لیے گئے، انھوں نے سائنس سے متعلق بہت سی چیزوں کا مشاہدہ کیا، بچوں کو وہاں ایک ایسی فلم دکھائی گئی جس نے انسانی تاریخ کو ایک نیا موڑ دیا، اس فلم میں دکھایا گیا کہ کس طرح سائنسداں نے چاند کو فتح کیا اور کیسے بحفاظت راکٹ کو چاند کی سطح پر پہنچانے میں کامیاب ہوئے، بچوں کو یہ معلوماتی فلم بہت پسند آئی اور ان میں سے زیادہ تر بچوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ بھی پڑھائی میں خوب محنت کریں گے اور آگے چل ملک کا نام روشن کریں گے۔

نہرو سائنس سینٹر سائنس سے دلچسپی لینے والوں کے لیے ایک اہم ادارہ ہے، بچے یہاں سائنس اور ٹیکنالوجی کے بنیادی اصولوں اور نئی نئی چیزوں کی معلومات سے حاصل کرتے ہیں۔ نہرو سائنس سینٹر ممبئی کے ورلی اور مہالکشمی ریلوے اسٹیشن کے درمیان چودہ ایکڑ میں پھیلا ہوا ہے۔ ہر سال تقریباً سات لاکھ لوگ یہاں آتے ہیں اور ہندوستان کی سائنسی مہارت اور یہاں کے سائنس دانوں کے کارناموں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ یہ ہندوستان کا سب سے بڑا انٹرایکٹو سائنس سینٹر ہے، 1977 میں اس کا آغاز لائٹ اینڈ سائٹ نمائش سے ہوا، اور پھر 1979 میں ایک سائنس پارک بنایا گیا، 11 نومبر 1985 کو اسے اس وقت کے وزیر اعظم راجیو گاندھی نے عوام کے لیے کھول دیا، یہ ہندوستان کا سب سے بڑا سائنس سینٹر ہے، اس میں آٹھ ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا سائنس پارک بھی ہے جس میں پودوں، درختوں اور جھاڑیوں کی اقسام ہیں، پارک میں توانائی، آواز، حرکیات، مکینکس، ٹرانسپورٹ وغیرہ پر 500 سے زیادہ ہینڈ آن اور انٹرایکٹو سائنس کی نمائشیں نصب ہیں۔ نہرو سائنس سینٹر کی عمارت اپنے منفرد فن تعمیر کے ساتھ مختلف تھیم پر کئی مستقل سائنسی نمائشیں رکھتی ہے۔ یہاں طلبہ کے لیے سائنس سے متعلق بہت سے پروگرام منعقد ہوتے ہیں جن میں ملک بھر کے بچے حصہ لیتے ہیں اور اپنی صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

'ڈر کے آگے جیت ہے' کا اگلا حصہ بھی بچوں میں ہمت اور حوصلہ پیدا کرنے والا ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ ہمیشہ سچ بولنا چاہیے چاہے حالات کیسے بھی ہوں کبھی بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے، اور والدین کے لیے بھی اس میں نصیحت ہے کہ بچوں پر خواہ مخواہ کا اضافی بوجھ نہ ڈالیں، بچوں کی حوصلہ افزائی کریں، اور ایک دوست بن کر ان کی باتوں کو بغور سنیں اور پڑھائی لکھائی میں ان کی مدد کریں۔ اس ناولٹ کے دوسرے حصے بھی بے حد دلچسپ اور بچوں کے مزاج کے موافق ہیں، چھوٹے بچے کی دلچسپی کو سامنے رکھ کر یہ کتاب تحریر کی گئی ہے۔

'ڈر کے آگے جیت ہے' ایک اچھی کتاب ہے، اس میں بچوں کے ذوق و شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے کہانی کا تانا بانا تیار کیا ہے، اس کا اسلوب بھی اچھا ہے اور کہانی کو بیان کرنے کا انداز بے حد دلچسپ ہے، مجھے امید ہے کہ یہ ناولٹ بچوں کو پسند آئے گا اور اس میں بیان کی گئی کہانیوں سے وہ لطف اندوز ہوں گے۔

■

Shadab Shamim
D-35, Shaheen Bagh
New Delhi-110025
Mob.: 9643885605

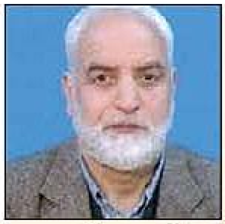

اشرف آثاری

خبردار!

ممپس (Mumps) کی دستک سنیے

ممپس (Mumps) کن پیڑے یا گل گوٹے ایک وبائی بیماری ہے یہ تھوک کے غدود پیروٹائیڈ (Parotid Gland) کی ایک متعدی بیماری ہے، جو لاگ دار اور وائرل ہوتی ہے اور اس کے شکار عام طور پر بچے ہوتے ہیں۔ یہ وائرل انفکشن عام طور پر اس وقت پھیلتا ہے جب اس سے متاثرہ مریض چھینکتا، کھانستا اور بولتا یا ہنستا ہے اور اس کے منہ سے لعابِ دہن یا پھر ناک سے اس کا بلغم یا سانس خارج ہوتا ہے جس سے اس بیماری کے جراثیم دوسرے صحت مند انسانوں میں چلے جاتے ہیں اور ان کے جسم میں سرایت کر جاتے ہیں اور وہاں متحرک ہو کر انھیں بھی شکار بنا دیتے ہیں، اس طرح یہ بیماری پھیل جاتی ہے اور وبائی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

علاماتِ مرض: عام طور پر ممپس کی علامات اس مرض میں مبتلا ہونے والے مریض کے جسم سے 12 سے 25 دنوں میں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جراثیم جسم میں داخل ہونے کے بعد فعال اور متحرک ہونے میں اتنا وقت لے لیتے ہیں۔ علامات میں تیز بخار، بھوک کی کمی، کھانسی، زکام، درد، ناک سوجن، گال کا پھول جانا، پٹھوں اور جسم میں درد، کمزوری اور زبردست تھکاوٹ، نوعمر لڑکیوں میں بیضہ دانی کے سوجن کی وجہ سے پیٹ میں درد، نوعمر لڑکوں میں اس مرض کے خصیوں میں منتقل ہونے سے وہاں درد، متلی، منہ کا خشک ہونا وغیرہ ہیں۔ شدید علامات میں دردِ کمر، غنودگی، سخت بخار، گردن کی سختی، پیٹ اور خصیوں کا شدید درد وغیرہ ہونا ہے۔

اسبابِ مرض: ممپس بالکل آسانی سے ایک مریض سے دوسرے مریض میں منتقل ہونے والی وبائی اور لاگ دار بیماری ہے۔ یہ بہت جلد اور آسانی کے ساتھ پھیلتی ہے۔ جیسے کھانسنے، چھینکنے لعابِ دہن یا سانس کے براہ راست رابطے سے یا پھر متاثرہ بیمار کے قریب جانے سے۔ اس کا باعث ایک خاص قسم کا وائرس ہے۔

تشخیص: عام طور پر مریض کو دیکھ کر ہی فوراً اس کی تشخیص اس طرح ہو جاتی ہے کہ مریض کے چہرے پر کانوں کے ذرا نیچے سوجن اور ورم دور سے دکھائی دیتا ہے یہ دونوں طرف سے یا پھر ایک ہی طرف سے ہو سکتا ہے متاثرہ مریض کے منہ سے تھوک یا پھر خون کے کچھ مخصوص ٹیسٹوں سے مرض کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ ٹانسلز کی جانچ، جسم کا ٹمپریچر اور دماغی اسپائنل فلیوڈ وغیرہ کی جانچ سے بھی مرض کے بارے میں معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

احتیاطی تدابیر: جن مریضوں میں ممپس کی موجودگی کی تصدیق ہوچکی ہو انھیں چاہیے کہ وہ فوراً ہی گھر سے باہر، اسکول اور دفتر وغیرہ جانے سے پرہیز کریں اور دیگر سرگرمیاں بھی ترک کرکے گھر میں رہیں اور گھر کے دیگر افراد سے بھی دور رہیں۔ تاکہ اس بیماری کو مزید پھیلنے سے روکا جاسکے عام طور پر چہرے پر سوجن اور ورم آنے کے نو دن بعد تک بھی یہ مرض متعدی رہتا ہے اس لیے مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کریں:

1 جب یہ وائرل وبا پھیلی ہو تو پرہجوم ماحول اور جگہوں سے دور رہیں۔
2 کمزور مدافعتی نظام کو چاق و چوبند رکھیں۔
3 صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھیں اور ہاتھوں کو بار بار صابن سے دھوئیں۔
4 عام جگہوں پر تھوکنے سے احتیاط کریں اور کھانستے وقت منہ پر رومال رکھیں یا پھر ماسک چڑھائیں۔
5 اس وبا سے متاثرہ مریض کا فوراً ہی مناسب علاج کرائیں۔
6 سوجے ہوئے گالوں پر گرم کپڑا یا برف، جس سے آرام محسوس ہو رکھ سکتے ہیں۔
7 نرم کھانا تیار کرکے مریض کو کھلا سکتے ہیں جسے چبانا نہ پڑے۔
8 موافق مشروبات کا استعمال زیادہ کرا سکتے ہیں، تاکہ بخار کی وجہ سے جسم میں پانی کی کمی کو دور کیا جاسکے۔
9 کھٹی خوردنی اشیا، ترش اور تیزابیت والی چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے تاکہ منہ میں تھوک کی پیداوار کو روکا جاسکے۔
10 نیم گرم پانی کے ٹکور یا غراروں سے آرام ہوسکتا ہے۔
11 مرض کی علامت شروع ہوتے ہی دوسرے لوگوں سے دور رہیں۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں کہ زندگی میں ایک بار ممپس کی بیماری لاحق ہوجانے پر، جسم میں اس وبا کے خلاف قوتِ مدافعت پیدا ہوجاتی ہے کہ پھر یہ بیماری لاحق نہیں ہوتی، یہ بیماری لاحق ہوجانے کے بعد دس بارہ دن تک رہتی ہے اور پھر ٹھیک ہوجاتی ہے، اس لیے کسی قسم کی جلد بازی نہ کی جائے۔ جلد تشخیص اور موثر احتیاطی تدابیر اور علاج سے فوراً ہی آرام آسکتا ہے اور تکلیف کی شدت کم ہوسکتی ہے اور مرض سنگین صورتِ حال اختیار نہیں کرسکتا۔ ذہنی پریشانی، غنودگی پٹھوں کی کمزوری وغیرہ سے بھی نجات مل سکتی ہے۔

سنگین صورت حال تب پیدا ہوسکتی ہے جب پیروٹائیڈ غدود زیادہ اور شدید متاثر ہو یہ غدود دماغ اور تولیدی نظام کے دو جسمانی حصوں پر بھی ایک جراثیمی سوجن پیدا کرسکتا ہے۔ دماغی سوجن انسیفلائٹس کا سبب بن سکتا ہے، اعصابی مسائل اور لبلبہ اور سماعت وغیرہ کو شدید نقصانات پہنچا سکتا ہے۔ اسی طرح دل کے کام کاج کو بھی متاثر کرسکتا ہے اور حاملہ خواتین کو اگر ہو تو اسقاطِ حمل کا خطرہ بھی پیدا کرسکتا ہے۔

علاج: پرانی کہاوت ہے کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے، ممپس ہوجانے کے بعد آپ مختصراً یہ یاد رکھیے کہ گھر سے باہر کی مصروفیات ترک کرنی ہیں، اہل خانہ کے درمیان کھانے پینے کے برتنوں کو چھونا نہیں ہے، ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق دوائیوں کا استعمال کرنا ہے۔ کھٹی اور سخت غذائیں تناول نہیں کرنی ہے، جن کو زیادہ چبانا پڑے۔ اپنے ہاتھوں کو بار بار صابن سے دھونا ہے، کھانستے، چھینکتے، ہنستے اور بات کرتے وقت منہ کو ڈھانپنا ہے یا ماسک کا استعمال کرنا ہے، موافق سیال مشروبات کا وافر مقدار میں استعمال کرنا ہے اور MMR ویکسین حاصل کرنا ہے۔

■

Dr. Ashraf Asari
Sadrah Bal
Srinagar- 190006 (J&K)

ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام کی سائنسی خدمات

محمد خلیل

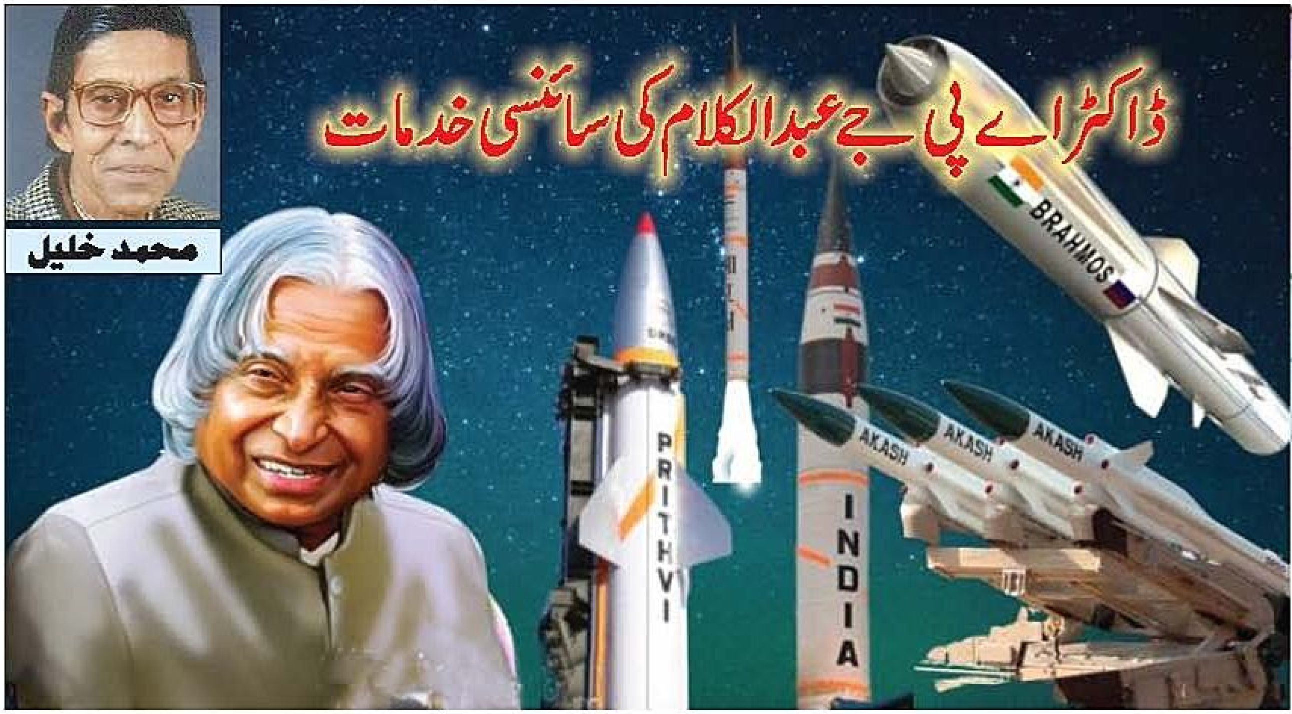

ڈاکٹر عبدالکلام 15 اکتوبر 1931 کو تملناڈو کے جزیرہ رامیشورم کے ایک دیہی علاقہ دھنش کوڈی میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، پھر بھی انھوں نے اپنی سخت محنت و یکسوئی سے سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ ہوائی جہاز سیٹی لائٹ اور میزائل انجینئرنگ سے متعلق تحقیق و ترقیاتی منصوبوں میں انھوں نے گراں قدر سربراہی کا مظاہرہ کیا۔ 'پوکھران-2' ایٹمی تجربات کو کامیابی کے ساتھ انجام دے کر ہندوستان کے عوام کو اپنی جانب متوجہ کر لیا تھا اور مسلسل ملکی سائنس و تکنالوجی کو ترقی دے کر انھوں نے اس میدان میں ایک اہم مقام حاصل کر لیا اور ملک کے صدر جمہوریہ کے بڑے معزز عہدے کے لیے منتخب ہونے پر 25 جولائی کو اس عہدے کا حلف لیا اور اس کی ذمے داری سنبھالی۔

ان کی طویل سائنسی خدمات کے ذکر سے پہلے ان کی زندگی کی کچھ اہم باتوں کا ذکر یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان کی زندگی کے ان حالات نے ان پر گہرا اثر ڈالا جس کے بموجب وہ زندگی کی راہوں پر آگے بڑھتے گئے۔ گھر کے لوگ ان کو آزاد کے نام سے پکارتے تھے۔ شاید ان کو مولانا ابوالکلام آزاد میں جو ہندوستان کی آزادی کے لیے جدوجہد کر رہے تھے ایک مثالی بڑا انسان آیا اور اسی وجہ سے غالباً وہ کلام کو 'آزاد' کے نام سے پکارتے تھے۔ اپنی ابتدائی زندگی میں وہ تین لوگوں سے بے حد متاثر تھے اور ان کی قربت نے ان کی عملی اور روحانی زندگی کے راستے کو طے کرنے میں راہ دکھائی۔ ان میں سب سے اہم ان کے والد زین العابدین تھے۔ انھوں نے ذکر کیا ہے کہ ان کے والد کی شروعات صبح چار بجے سے ہوتی تھی۔ وہ بہت صبح اپنی نماز سے فارغ ہوتے پھر دوسرے کاموں کو کرتے تھے اور مسئلے و مسائل کو عام زبان میں کلام کو سمجھایا کرتے تھے۔ کلام نے اپنی تحریروں میں ذکر کیا ہے کہ وہ ساری زندگی اپنے والد کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان کے لفظوں میں ''میں نے والد کی بنیادی سچائیوں کو سمجھنے کی کوشش کی جو والد نے مجھے بتائیں، میں جان گیا ہوں کہ ایک خدائی طاقت ہے جو ہمیں الجھن، غم،

پریشانی اور ناکامیابی سے نکالتی ہے اور سچائی کی طرف لے جانے کے لیے ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ جب انسان اپنے جذبات اور مادی بندشوں سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے تو وہ ذہنی سکون، خوشی اور آزادی کے ساتھ ہو جاتا ہے۔'' دوسرے شخص جس سے ڈاکٹر کلام متاثر ہوئے وہ ان کے دوست جلال الدین تھے جو ان کی عمر سے تقریباً پندرہ سال بڑے تھے اور بعد میں ان کی شادی کلام کی بڑی بہن زہرہ سے ہو گئی۔ یہ ذکر یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اس زمانے میں جزیرہ رامیشورم میں جلال الدین وہ اکیلے انسان تھے جو انگریزی لکھ سکتے تھے۔ وہ کلام کو ہر روز تعلیم یافتہ لوگوں کی باتیں مثلاً ادب، سائنسی ایجادوں اور کامیابیوں کے بارے میں بتاتے رہتے تھے جس میں طبی سائنس کا ذکر بھی شامل ہوتا تھا۔ انھیں کے ذریعے ڈاکٹر کلام کو شروع کے زمانے میں ایسی مفید اور معلوماتی کتابوں کو پڑھنے کا موقع ملا جو اس زمانے میں نایاب کتابوں میں شمار ہوتی تھیں۔ یہی نہیں جلال الدین نے کلام کو اس کے علاقے کی لائبریری سے کتابیں پڑھنے کو دیں جس کے پڑھنے سے ان کے حوصلے میں اضافہ ہوا۔ تیسرے شخص جس نے بچپن کے دنوں میں کلام کو متاثر کیا وہ ان کے دوست اور چچیرے بھائی شمس الدین تھے جن کی رامیشورم کے علاقے میں اکیلی اخبار تقسیم کرنے کی ایجنسی تھی۔ اس وقت کچھ دنوں تک کلام نے اسٹیشن پر قائم اخبار ایجنسی سے اخبار لا کر بانٹنے میں اپنے بھائی کی مدد کی تھی۔ کام کے دوران کلام کو اخباروں سے ساری دنیا کی جانکاری حاصل ہوتی تھی، خاص کر اس زمانے میں آزادی کی تحریک اور دوسری جنگِ عظیم کے بے حد چرچے تھے۔ اس طرح اخبار کے ذریعے ان کو اپنی جانکاری بڑھانے میں بڑی مدد ملی۔ انھوں نے اپنی سوانح حیات میں جو لکھا ہے یہاں اس کا ذکر مختصر طور پر ضروری معلوم ہوتا ہے — کلام لکھتے ہیں ''ایمانداری، ذاتی تہذیب، نیکی اور رحم پر عقیدت مجھے اپنے والدین سے وراثت میں ملی، لیکن اس وقت جو میری قربت شمس الدین کے ساتھ تھی اس سے جو مجھے اپنی زندگی میں فائدہ پہنچا اس نے میرے بچپن کو یکتا بنا دیا جس نے میری آنے والی زندگی کو ایک شکل بخشی۔'' ان کے والد ان کو کلکٹر بنانے کی خواہش رکھتے تھے جب کہ کلام کی ایئر فورس میں پائلٹ بننے کی خواہش تھی لیکن ایسے حالات پیدا ہوئے کہ وہ راکٹ انجینئر بن گئے۔ کلام جب چھٹی جماعت (درجے) میں پڑھتے تھے اس وقت ان کے بھائی ایک تمل اخبار کو گھر گھر عوام میں بانٹنے کا کام کرتے تھے۔ ایک دن وہ کسی کام میں مصروف ہو گئے اور اخبار کو بانٹنے کی ذمے داری ان کی آ گئی۔ اخبار بانٹنے کے بعد فرصت ملنے پر اخبار پڑھنے کا موقع ان کو اتفاقیہ طور پر ملا، اخبار میں دوسری جنگِ عظیم کے مشہور بم برسانے والے جہاز 'اسپٹ فائر' پر بھی مضمون تھا، جسے کلام نے بڑے شوق سے پڑھا، اس چھوٹی سی عمر میں ان کے دل میں اس جہاز کی تصویر نقش ہو گئی اور ان کے اندر یہ خواہش پیدا ہوئی کہ مجھے بھی ایسا ہی کچھ کرنا چاہیے۔ جہاز سے متعلق سائنس و ٹکنالوجی کے میدان میں کچھ اہم کر گزرنے کی خواہش کلام میں بچپن سے ہی تھی۔ یہی وہ خواہش ہے جس نے ان کو بی ایس سی میں داخلہ لینے کے بعد بھی ان کے ذہن کو تیار کر دیا جس کے بموجب انھوں نے مدراس انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجی میں داخلہ لیا۔ داخلے کے امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد وہ منتخب کر لیے گئے اور اب فیس کے ایک ہزار روپے جمع کرنے تھے۔ اس وقت ایک ہزار روپے بہت زیادہ تھے۔ اس مشکل کو حل کرنے میں ان کی بڑی بہن زہرہ نے مدد کی اور اپنی سونے کی چوڑیاں اتار کر انھیں دیں جنھیں گروی رکھ کر کلام کی فیس جمع ہو گئی۔ کلام نے دل میں یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ اس

قدر سخت محنت کریں گے کہ ان کو وظیفہ ملنے لگے اور اس روپے سے وہ بہن کی چوڑیاں گروی سے چھڑا لیں گے۔

مدراس انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجی میں ان کو ایسے اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا جن میں چار استادوں کا ذکر انھوں نے خصوصی طور پر کیا ہے جن کا تعلق سائنس کے مختلف میدانوں سے تھا جن سے کلام نے ایروڈائنمکس اور ہوا کی رفتار کی سائنس، جہاز کی ہر ایک باریکی کو بغور سیکھا اور اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کی۔ کلام نے ذکر کیا ہے کہ اپنے استادوں کی لیاقت کو وہ اب بھی یاد کر کے حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ وہ یہ بھی قبول کرتے ہیں کہ ان کے استادوں کے پڑھانے کے عمدہ انداز نے ان کے دل سے طبیعیاتی سائنس کا خوف ختم کر دیا اور وہ 'میتھ میٹکل فیزکس' میں گہری دلچسپی لینے لگے، اس کے بعد ڈائنامکس کے علم سے بھی روشناس ہوئے جو ان کی آئندہ سائنسی زندگی میں بہت مددگار ثابت ہوئی۔ وہ اپنے چاروں استادوں کے ملانے کو اپنی خوش قسمتی بتاتے ہیں کیونکہ ان کی مدد سے ہی انھوں نے طالب علمی کے زمانے میں ہر طرح کی تکنیکی باریکی کو گہرائی سے سمجھ لیا تھا۔ اس موضوع پر جو کتاب مل جاتی وہ اس کو اچھی طرح پڑھتے اور اس میں بیان کیے گئے موضوع کو گہرائی سے سوچتے تھے۔ اس طرح کلام کے ذہن میں سائنسی معلومات اکٹھا ہونے لگیں۔ بغیر دُم کے جہاز، ڈیلٹا، ونگ پلین کے علم، دوسرے جہازوں کے پرزے، ان کے انجن، جہاز کے اڑان بھرنے کے طریقے وغیرہ ان کے لیے آسان ہو گئے تھے۔

طالب علمی کے دوران ان کے ذہن میں سچ کی تلاش اور سائنسی نقطے نے گہرائی کے ساتھ ان کے دل و دماغ میں اپنی جگہ بنالی تھی جس کے نتیجے میں وہ مطالعے میں غرق ہو گئے، ان کا ذہن مادّی آرام و آسائش کی جانب راغب نہیں ہوا۔

کلام نے ایک واقعے کا ذکر کیا ہے کہ جب ان کی تعلیم مکمل ہوگئی تو ان کو ایک ایسے جہاز کا ڈیزائن پروجیکٹ تیار کرنے کو دیا گیا جس میں ایسے جہاز کی ڈیزائن بنانی تھی جو نیچی اڑان کر کے حملہ کر سکے، اس پروجیکٹ میں کلام کے ساتھ ان کے چار ساتھی بھی شامل تھے۔ جب کام کی تقسیم ہوئی تو کلام نے آئیروڈائنامک ڈیزائن بنانے کی ذمے داری خود پر لی۔ ایک دن ایم آئی ٹی کے ڈائریکٹر سری نواسن ان کے کام کو دیکھنے آئے وہ جہازوں کی انجینئرنگ کی ڈیزائن کے ماہر تھے اور اسی موضوع کو نواسن پڑھاتے تھے۔ انھوں نے کلام کے کام کو دیکھ کر بہت مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے ان کے کام کی منفی انداز میں تنقید کی اور کہا ''آج جمعہ کا دن ہے آئندہ چار دنوں میں پیر کے دن صبح تک مکمل ڈیزائن ٹھیک اور تسلی بخش تیار کر کے نہیں دکھایا تو تمہارا وظیفہ روک دیا جائے گا۔'' یہ سننے کے بعد کلام اپنے کام میں مصروف ہو گئے، رات کا کھانا بھی نہیں کھایا اور پوری رات کام کرتے رہے۔ صبح کو ہلکے ناشتے کے بعد پھر کام میں لگ گئے کیونکہ وہ بے حد فکر مند تھے۔ کلام نے اس وقت کو یاد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''اس وقت کام کرتے ہوئے انھیں اچانک محسوس ہوا کہ کوئی شخص میرے کمرے میں داخل ہوا ہے، جنھیں دیکھنے پر مجھے ڈاکٹر سری نواسن نظر آئے۔ انھوں نے میرے کام کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ انھوں نے کہا ''مجھے معلوم تھا کہ میں تمھیں کشمکش میں ڈال رہا ہوں اور میری بتائی شرطوں کو پورا کرنا ممکن نہیں تھا پھر بھی مجھے پوری امید تھی کہ تم اتنی جلدی میں بھی اس قدر اچھا کام کر کے دکھاؤ گے۔ انھی دنوں کلام نے تمل زبان میں ایک مضمون لکھا جس کا موضوع 'آیئے جہاز خود بنائیں' تھا اور یہ رسالہ 'آنند وکٹن' میں شائع ہوا تھا۔ ایم آئی ٹی تنظیم 'تمل سنگم' نے مقابلے میں داخل اس مضمون کو پہلا انعام دیا تھا جب ایم آئی ٹی کا تین سالہ کلام کا

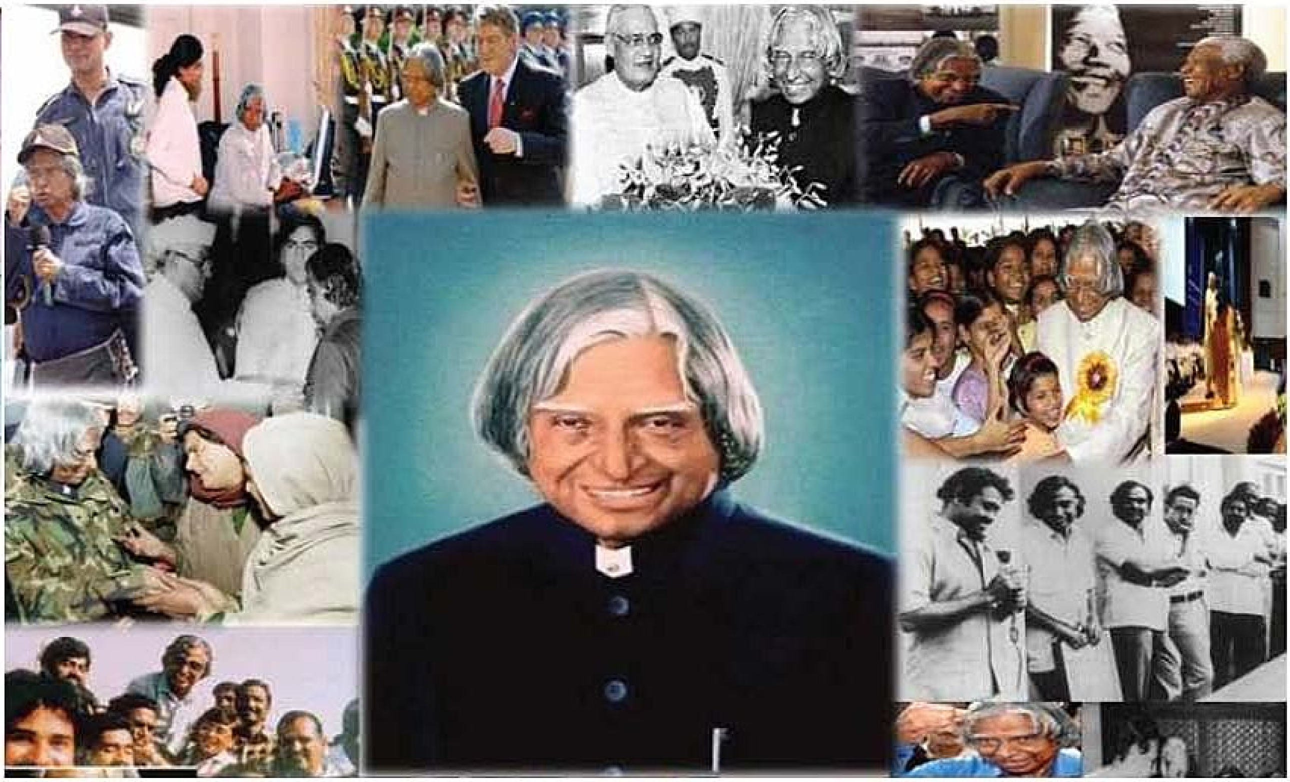

انجینئرنگ ڈپلوما پورا ہوا تو اس موقعے پر طلبہ اور اساتذہ کی ایک ساتھ تصویر لی جا رہی تھی۔ کلام بھی قطار میں کھڑے تھے، اسی وقت پروفیسر اسپونڈر نے ان کو مبارکباد دی اور اپنے پاس بیٹھنے کو کہا۔ پہلے وہ ہچکچائے، لیکن جب پروفیسر صاحب نے زور دے کر کہا ”تم سب سے بہتر طالب علم ہو، تم ایک دن اپنے سبھی اساتذہ کا نام روشن کرو گے“ پھر کلام ان کے پاس بیٹھنے پر مجبور ہو گئے۔

اس کے بعد کلام بنگلور کے ایروناٹکس سینٹرز میں آ گئے جہاں ان کو جہازوں کی اوور ہالنگ کا کام دیا گیا۔ اس طرح اب ان کو تعلیم کے بعد عملی شکل میں کام کرنے کا موقع مل گیا تھا جس میں انھوں نے محنت سے تجربہ حاصل کیا۔ یہاں انھیں ’پسٹن انجن‘ اور ’ٹربائن انجن‘ کی تکنیکی باریکیاں سمجھنے میں بڑی مدد ملی اور اب وہ اپنے تجربے سے خود کو بہت مطمئن پاتے تھے۔ یہاں یہ کہا غلط نہ ہوگا کہ یہ سارے کام ان کے لیے آسان ہو گئے تھے بلکہ ان کے تجربے سے تجربہ کار انجینئر بھی فائدہ اٹھاتے تھے۔

کلام نے اپنی نوکری ڈھائی سو روپے ماہانہ سے شروع کی تھی اس وقت ان کا تقرر سینئر سائنٹفک اسسٹنٹ کی حیثیت سے ہوا تھا۔ 1958 میں وہ دہلی میں شہری اڑان کے تکنیکی مرکز ڈیولپمنٹ آف ٹیکنیکل ڈائرکٹریٹ آئیڈ پروڈکشن میں جسے ہم مختصر طور پر ’ڈی ٹی ڈی اینڈ پی‘ کہہ سکتے ہیں، کام کرنے لگے۔ یہاں کلام کو سپر سونک، جہاز کو ڈیزائن کرنے کا کام دیا گیا، اس کا تجربہ حاصل کرنے کرنے کے لیے انھیں کانپور بھیج دیا گیا، جہاں انھوں نے ایئر کرافٹ میں کام کیا۔ یہاں انھوں نے جیٹ ایم کے 1 جہاز کی گرم علاقوں میں پروازوں کو ناپا۔ دہلی واپس ہونے پر کلام کو ورٹیکل ٹیک آف اور لینڈ فارم کو ڈیزائن کرنے کی ذمہ داری دی گئی۔ کلام کا نندی سے اگنی تک کا تجربہ کافی سخت جدوجہد کا تھا۔ نندی کی پہلی اڑان میں ان کے ساتھ اس وقت کے وزیر دفاع کرشنا مینن، مشہور سائنسداں پروفیسر ایم جی کے مینن، اور کئی دوسرے ماہرین بھی تھے۔

نندی کو کلام نے خود چلایا تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ان کو انڈین کمیٹی برائے اسپیس ریسرچ (انکوسپار) بمبئی سے راکٹ انجینئر کی جگہ کے لیے انٹرویو میں بلایا گیا۔ وہاں انٹرویو بورڈ کے چیئرمین وکرم سارا بھائی تھے جہاں ان کو منتخب کرلیا گیا۔ یہاں کا ماحول ان کے لیے بہت سازگار رہا، یہیں انھوں نے کمپیوٹر چلانا سیکھا۔ یہاں کا ماحول ان کے تخلیقی عمل کو روشناس کرنے اور عمل میں لانے کے لیے نہایت مناسب تھا۔ ساؤنڈ راکٹ لانچنگ تکنیک سیکھنے کے لیے امریکہ کے محکمہ ایرونا اسپیس ایڈمنسٹریشن ناسا بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔ کلام کے لیے یہ ایک اہم سیڑھی تھی۔ وہ خوشی کے ساتھ امریکہ جانے سے قبل اپنے وطن رامیشورم گھر کے لوگوں سے ملاقات کرنے چلے گئے۔ ان کے والد کلام کو مسجد میں شکرانے کی نماز کے لیے لے گئے جہاں انھوں نے شکرانہ ادا کیا۔ یہاں انھوں نے سیٹی لائٹ تیار کرنے کے طریقے کو دیکھا، انھوں نے ورجینیا میں سمندر کے کنارے 'ویلپس فلائٹ فیسلیٹی' بھی دیکھی۔ 'ناسا' کا 'ساؤنڈنگ راکٹ پروگرام' پر کام ہو رہا تھا۔ یہیں پر ایک پینٹنگ لگی تھی جس میں کالے رنگ کے فوجی لوگوں کو راکٹوں سے لڑتے دکھایا گیا تھا۔ کلام نے اس پینٹنگ کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ ٹیپو سلطان کے سپاہی اس وقت کے راکٹوں کا استعمال کرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ ڈاکٹر کلام کو بہت خوشی ہوئی کہ ٹیپو سلطان کے راکٹ کے علم کو 'ناسا' نے عزت بخشی ہے۔

ڈاکٹر کلام ہندوستان لوٹنے پر کچھ عرصے کے بعد ہندوستان کے پہلے راکٹ اڑانے کے منصوبے سے منسلک ہوگئے جہاں تجربات، کوآرڈینیشن و تحفظی کاموں کو دیکھتے تھے۔ پھر ڈاکٹر وکرم سارا بھائی نے ان کو راکٹوں کے 'پیلوڈ' میں مدد کرنے کی ذمہ داری دی۔ ہندوستان نے ڈاکٹر وکرم سارا بھائی کی سربراہی میں ایک اہم کردار ادا کیا جس کے نتیجے میں ہندوستانی راکٹوں کی شروعات ہوئی۔ پہلا راکٹ 1963 میں 'نائیک اپاچے' 1967 میں روہنی 75 چھوڑا گیا۔ اس سے بھی وہ منسلک رہے۔ ہندوستانی سٹیلائٹ کو اڑانے والا پہلا راکٹ، ایس ایل وی 3 کی کامیاب اڑان ان کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ 1984 میں پرتھوی میزائل کا تجربہ، 1998 میں پوکھران دوئم کا کامیاب تجربہ اور 1989 میں اگنی میزائل کے کامیاب تجربے کو بھلایا نہیں جا سکتا۔

ڈاکٹر کلام کو سائنس کے میدان میں گراں قدر خدمات کے لیے بھارت سرکار نے 1981 میں پدم بھوشن، 1990 میں پدم وی بھوشن، 1997 میں بھارت رتن کے اعزاز سے نوازا۔ وہ جولائی 2002 میں صدر جمہوریہ کے عہدے پر مامور ہوئے۔ ان کے دور میں راشٹرپتی بھون کے سبھی دروازے کھلے رہتے تھے۔ 27 جولائی 2015 کی شام شیلانگ میں جب وہ ایک خطبہ دے رہے تھے اسی دوران ان کا انتقال ہوگیا۔

ایک موقعے پر انھوں نے کیا خوب کہا تھا کہ "میں نے زندگی میں جو کچھ حاصل کیا ہے اس میں خدا کی مدد اور اس کی مرضی شامل ہے۔ خدا نے اپنی مہربانی سے اساتذہ اور ساتھیوں کی صورت میں مدد عطا فرمائی۔ جب میں ان کو اپنی عقیدت پیش کرتا ہوں تو سمجھیے کہ میں خدا کی ستائش اور تعریف کر رہا ہوتا ہوں۔ یہ تمام کام خدا نے ایک ادنیٰ شخص سے کرائے جس کا نام عبدالکلام ہے۔" وہ آج ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن اپنے سائنسی کاموں سے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

(تعارف دسمبر 2020 کے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

■

Mohammad Khalil
H-51, Dr. Iqbal Lane, Batla House
Jamia Nagar, Okhla,New Delhi- 110025

چمن چمن کے پھول

شاعری میں بڑی طاقت ہے۔ اس سے تحریر وتقریر میں تاثیر پیدا ہوتی ہے، خطاب میں زور اور تحریر میں قوت پیدا کرنے کے لیے اشعار کا استعمال بہت کارگر ہوتا ہے۔ پرانے زمانے کے لوگوں کو استاد شعرا کے ہزاروں اشعار یاد ہوا کرتے تھے اور وہ موقعے کی مناسبت سے ان اشعار کا استعمال بھی کیا کرتے تھے۔

'چمن چمن کے پھول' میں مختلف رنگ اور شاعروں کے شعر اس لیے دیے جاتے ہیں تاکہ بچے موضوع کی مناسبت سے اچھے اشعار یاد کریں اور اپنی تحریر وتقریر میں اشعار کا موزوں اور برمحل استعمال کرسکیں۔ (ادارہ)

سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

—میر حسن

لوگ کہتے ہیں بدلتا ہے زمانہ سب کو
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

—اکبر الہ آبادی

ہم کو مٹا سکے یہ زمانہ میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

—جگر مرادآبادی

ساحل کے سکوں سے کسے انکار ہے لیکن
طوفان سے لڑنے میں مزا اور ہی کچھ ہے

—آل احمد سرور

اب ہوائیں ہی کریں گی روشنی کا فیصلہ
جس دیے میں جان ہوگی وہ دیا رہ جائے گا

—محشر بدایونی

وقت اچھا بھی آئے گا ناصرؔ
غم نہ کر زندگی پڑی ہے ابھی

—ناصر کاظمی

تم چلو اس کے ساتھ یا نہ چلو
پاؤں رکتے نہیں زمانے کے

—ابوالمجاہد زاہد

وقت برباد کرنے والوں کو
وقت برباد کر کے چھوڑے گا

—دواکر راہی

ابھی سے پاؤں کے چھالے نہ دیکھو
ابھی یارو سفر کی ابتدا ہے

—اعجاز رحمانی

وقت کی گردشوں کا غم نہ کرو
حوصلے مشکلوں میں پلتے ہیں

—محفوظ الرحمان عادل

ہمیں ہر وقت یہ احساس دامن گیر رہتا ہے
پڑے ہیں ڈھیر سارے کام اور مہلت ذرا سی ہے

—خورشید طلب

جہاں پہنچ کے قدم ڈگمگائے ہیں سب کے
اسی مقام سے اب اپنا راستا ہوگا

—عابد ادیب

تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات

معلوماتِ عامہ بچوں کے کیریئر اور مستقبل سازی کے لیے بہت ضروری ہے۔ جنرل نالج پوری دنیا سے جوڑنے کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اسی کے ذریعے مسابقہ جاتی امتحانات میں کامیابی کے دروازے کھلتے ہیں، اس لیے بچے اگر ابھی سے تاریخ، ادب وثقافت، سماج اور سائنس کے موضوعات اور معلومات پر اپنی توجہ مرکوز کریں تو مستقبل میں ان کے لیے راہیں آسان ہو جائیں گی۔

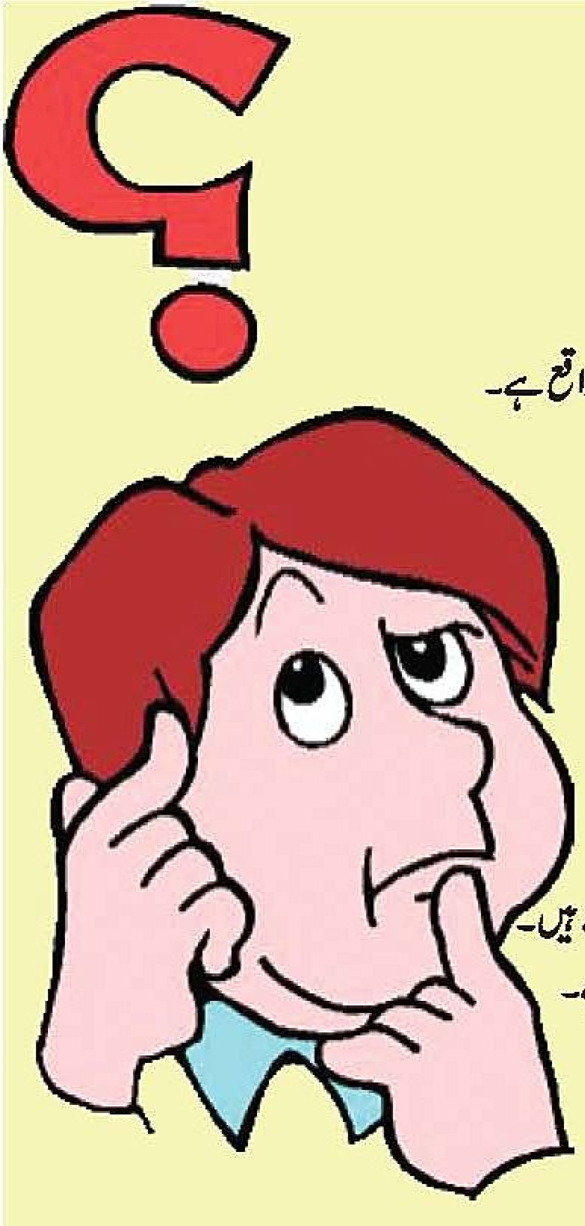

1. کون سا ملک ایشیا اور یوروپ دونوں کا حصہ ہے۔
2. جے جوان جے کسان کا نعرہ کس نے دیا تھا۔
3. ایک فٹ بال ٹیم میں کتنے کھلاڑی ہوتے ہیں۔
4. GB کا فل فارم کیا ہے۔
5. خون کے اس جزو کا نام بتائیں جو انفیکشن سے لڑتا ہے۔
6. اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام (UNEP) کا ہیڈ کوارٹر کہاں واقع ہے۔
7. کون سا وٹامن خون کے جمنے میں مدد کرتا ہے۔
8. لوہے کی سب سے زیادہ پیداوار کس ریاست میں ہوتی ہے۔
9. حیات جاوید کس کی سوانح عمری ہے۔
10. بچوں کی دنیا کی اشاعت کس سن میں شروع ہوئی۔
11. فیس بک کا موجد کون ہے۔
12. فیس بک کس سن میں لانچ ہوا۔
13. نہرو سائنس سینٹر کہاں واقع ہے۔
14. ہندوستان میں یونین ٹیریٹوریز (Union Territories) کتنے ہیں۔
15. کس شہر کو پرل سٹی (Pearl City) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔
16. مادری زبانوں کا عالمی دن کب منایا جاتا ہے۔
17. Wings of Fire کتاب کس کی آپ بیتی ہے۔
18. صحرا (Desert) میں اگنے والے پودے کا نام بتائیں۔
19. وکٹوریہ میموریل ہندوستان کے کس شہر میں واقع ہے۔
20. وہ کون سا جانور ہے جو کئی دن تک پانی پیے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔

(جواب صفحہ نمبر 42 پر ملاحظہ فرمائیں)

رمیشہ تحسین محمد علیم، درجہ نہم، مولانا آزاد اردو ہائی اسکول، ناندورہ، مہاراشٹر

عافیہ خاتون بنت محمد اظہار، درجہ پنجم
مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گوریٹی، جونپور، یوپی

حمیرا فرقان انصاری، درجہ پنجم
وشال مہر اسکول ایجوکیشن سوسائٹی پرائمری، مہاراشٹر

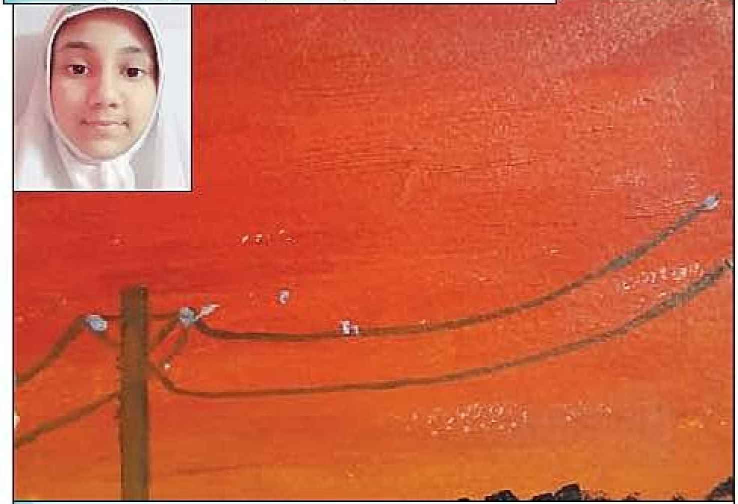

زویا خان، درجہ ہشتم، خدیجۃ الکبریٰ گرلس پبلک اسکول، نئی دہلی

اقصیٰ انجم درجہ یازدہم، گورنمنٹ اردو گرلز ہائر سیکنڈری اسکول حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

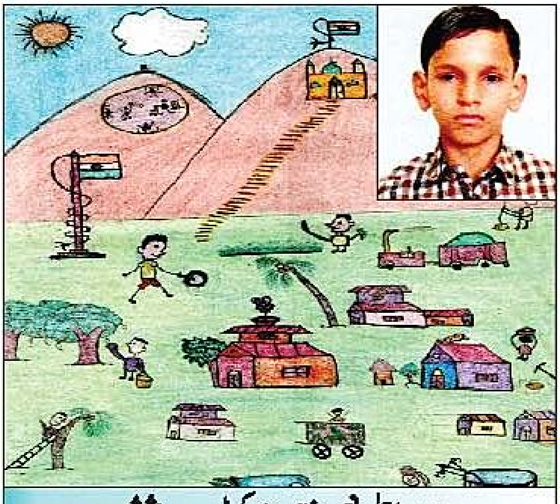

ضیاء الرحمٰن فہیم اختر پیر محمد کیپٹن، درجہ ششم
تہذیب ہائی اسکول، مالیگاؤں، ضلع ناسک، مہاراشٹر

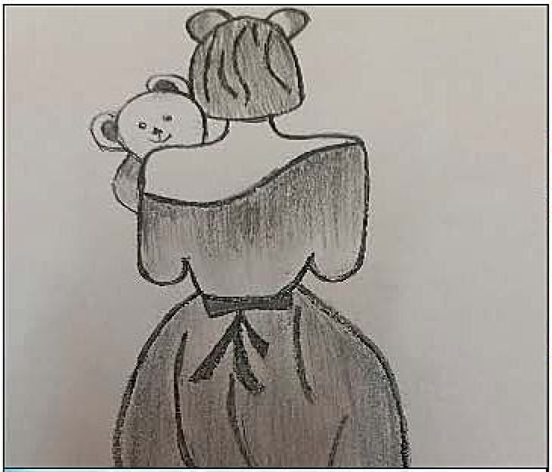

نمیرہ انعم عبدالابرار، ضلع پریشد اردو ہائی اسکول
امڑاپور، بلڈانہ، مہاراشٹر

بیگم قمر النساء کاریگر، گرلز ہائی اسکول و جونیئر کالج، شولاپور، مہاراشٹر

علینہ اظہر، درجہ ششم، سینٹ میری کانوینٹ اسکول، موڑھا پانڈے، کانٹھ، مراد آباد، یوپی

گلریز فاطمہ شیخ یامین، درجہ ہفتم، اندرا گاندھی اردو گرلز ہائی اسکول
یاول، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

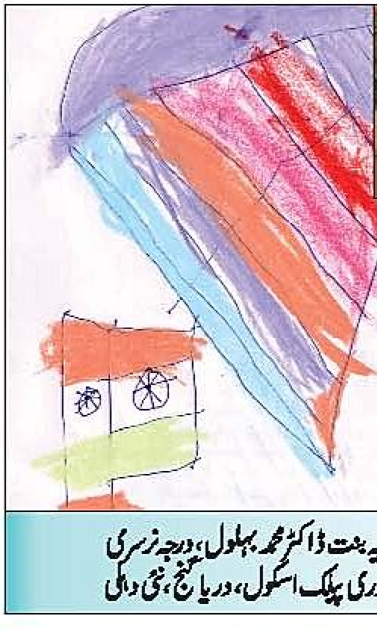

مریم ماریہ بنت ڈاکٹر محمد بہلول، درجہ نرسری
گاڈس گلوری پبلک اسکول، دریا گنج، نئی دہلی

توفیق رضا خان، درجہ ششم، ماؤنٹ سینا اکیڈمی، گورکھپور، یوپی

فلک ذکراللہ خان، درجہ ششم، المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول، پوار بستی، چکھلی، پونہ، مہاراشٹر

الویرہ جیلانی، درجہ اوّل، ہولی کراس اسکول، دربھنگہ، بہار

صائمہ، درجہ سوم، جامعہ مڈل اسکول، نئی دہلی

عالیہ تبسم مومن بدرالدین، درجہ ہفتم، سونیا گاندھی اردو پرائمری اسکول، پربھنی، مہاراشٹر

سید فرحان سید برہان، درجہ یازدہم، آزاد کالج آف آرٹس کامرس اور سائنس اورنگ آباد، مہاراشٹر

فضیلت فیاض، درجہ دوم، ماڈرن پبلک اسکول، سالیہ اننت ناگ، کشمیر

محمد ریان، درجہ ہفتم جی، سینٹ زیویرس ہائی اسکول، میرا روڈ، ممبئی، مہاراشٹر

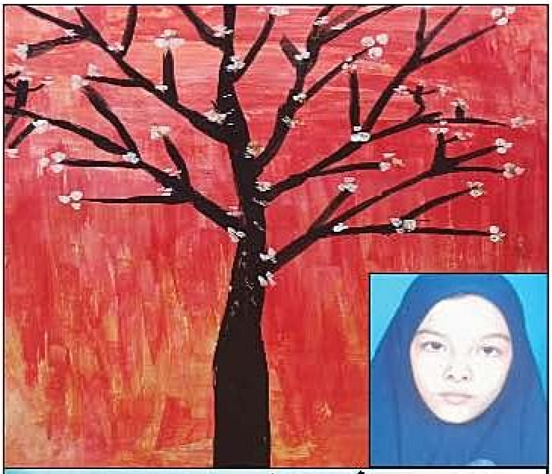

فارعہ فیزین غلام فرید، درجہ چہارم
دارالسلام اسکول آکوٹ، مہاراشٹر

صبیحہ رئیس داؤ، درجہ پنجم
وشال مہاراشٹر ایجوکیشنل سوسائٹی اردو پرائمری اسکول، پونے، مہاراشٹر

عنیش دعا علی، درجہ پنجم، نعمت اردو اسکول، خلد آباد، مہاراشٹر

اقرا آصف درجہ پنجم، نیشنل پبلک اسکول، مہارانی باغ، نئی دہلی

منال، درجہ اوّل (سیکشن سی)، جامعہ مڈل اسکول، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

قلمکاروں سے چند باتیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' ایک مقبول رسالہ ہے جس میں بچوں کے ذہن اور نفسیات کو نظر میں رکھتے ہوئے معلوماتی مضامین، دلچسپ کہانیاں، پیاری پیاری نظمیں اور دیگر مفید تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ اس رسالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پورے ہندوستان کی نمائندگی ہو مگر بسیار کوشش کے باوجود بہت سے علاقوں کی متناسب نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔ ایسے علاقوں کے ادیبوں کی جستجو ہماری ترجیحی فہرست میں شامل ہے۔

- رسالے میں بچوں کے ادیبوں کے تعارف اور تصویر کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا ہے تاکہ بچوں کے ادیبوں کی ڈائرکٹری ترتیب دینے والوں کو مدد مل سکے۔
- معلومات عامہ، صحت، زبان شناسی، تاریخ، تہذیب، سائنس وٹیکنالوجی، جغرافیہ، آثار قدیمہ اور اہم شخصیات سے متعلق تخلیقات ترجیحی طور پر شائع کی جائیں گی۔
- 'مستقبل کے قلمکار' عنوان کے تحت بچوں کی تحریروں کو خاص طور پر شائع کیا جائے گا۔
- بچوں کے ادیبوں کے انٹرویوز اور رسائل کے مدیران پر ایک سیریز شروع کی جائے گی۔

قلمکاروں سے گذارش ہے کہ بچوں کی دنیا کے لیے تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خاص خیال رکھیں:

- بچوں کے لیے صرف وہی تخلیق ارسال کریں جس سے ان کی معلومات اور آگہی میں اضافہ ہو، خاص طور پر وہ تحریریں جو بچوں میں مطالعے کی تحریک اور ترغیب پیدا کریں۔
- تخلیق کی زبان آسان ہو، مشکل الفاظ سے گریز کریں تو بہتر ہوگا۔
- تخلیق غیر مطبوعہ ہو۔ کسی اخبار/ مجلّے میں ارسال نہ کی گئی ہو۔
- مضمون ان پیج پروگرام میں ہو اور 1200 (بارہ سو) الفاظ سے کم اور 2000 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
- مضمون کے ساتھ اپنا تعارف مع تصویر ارسال فرمائیں۔ تعارف میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں اور مضامین کا اندراج ضرور فرمائیں۔
- مضمون میں اعداد و شمار رومن میں لکھیں۔
- مضمون ادارے کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو۔
- تخلیق کی اشاعت کے درمیان کم سے کم تین (3) ماہ کا فاصلہ لازمی ہے۔ اس سے کم مدت میں تخلیق کی اشاعت کے لیے اصرار نہ فرمائیں۔
- کسی دوسری زبان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ ارسال کریں اور مصنف کا اجازت نامہ بھی منسلک کریں۔
- مضمون میں پہلے یا آخری صفحے پر مضمون نگار کا نام، مکمل پتہ مع پن کوڈ (انگلش میں) اور موبائل نمبر ضروری ہے۔

مضمون کی حتمی منظوری ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی دی جائے گی۔

قلمکار حضرات اخلاقی ضوابط Ethical guidelines کا پورا خیال رکھیں۔

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کو زیادہ مفید مطلب بنانے کے لیے آپ سب کے مشوروں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

—ادارہ

बच्चों की दुनिया मासिक, दिसंबर 2023, वर्ष 11, अंक 12
BACHON KI DUNIYA Monthly, December 2023 Vol. 11, Issue: 12
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439/2022-24
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/11/2023
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month
Total Pages: 64

سوچھ بھارت

ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دل چسپ کتابیں

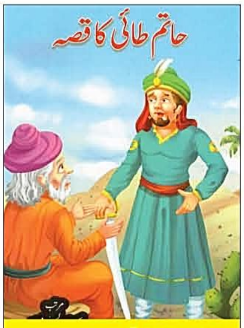

صفحات: 86، قیمت: 30 روپے

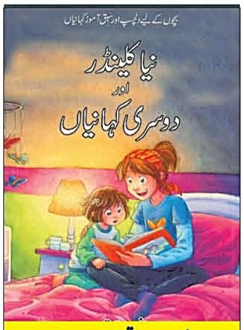

صفحات: 43، قیمت: 15 روپے

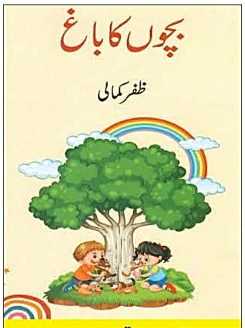

صفحات: 50، قیمت: 20 روپے

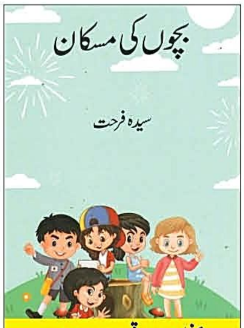

صفحات: 64، قیمت: 25 روپے

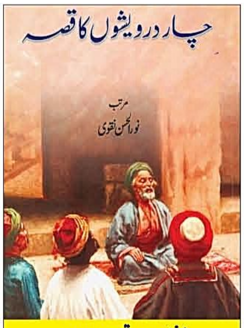

صفحات: 70، قیمت: 30 روپے

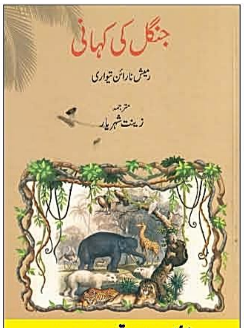

صفحات: 118، قیمت: 30 روپے

صفحات: 108، قیمت: 95 روپے

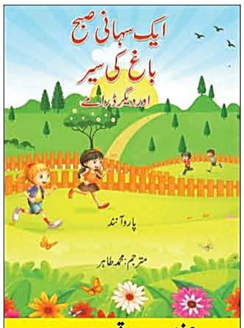

صفحات: 101، قیمت: 35 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.: sales@ncpul.in

Printed and Published by Prof. Dhananjay Singh, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.
LPC DELHI,DELHI PSO,DELHI RMS,DELHI-6